فقر کا دُنیا میں واحد ترجمان

ماہنامہ

سلطان الفقر

لاہور پاکستان

مارچ 2009 ربیع الاول ۱۴۳۰ھ

عید میلاد النبیؐ نمبر

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین

خوشا وہ وقت کہ دیدار عام تھا اُن کا
خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا اُن کا



دعوتِ غور و فکر

☆ تصورِ اسمِ اللہ ذات کے بغیر دل سے وسوسہ، خطرات، خناس اور شیطان دفع نہیں ہوتے۔ حضورِ قلب حاصل نہیں ہوتا۔ خواہ ساری عمر عربی کا معلم بنا رہے اور فقہ کے مسائل پڑھتا رہے خواہ ساری عمر عبادت و وظائف میں صرف کر دے، خواہ کثرتِ ریاضت سے اس کی پیٹھ کبڑی ہو جائے اور وجود سوکھ کر بال کی طرح باریک ہو جائے لیکن دل تاریک ہی رہتا ہے۔ (فرمان باھوؒ عین العارفین)

☆ تصورِ اسمِ اللہ ذات سے روح زندہ اور نفس مُردہ ہو جاتا ہے۔ (فرمان باھوؒ عین العارفین) اور جس کا نفس زندہ ہو اور روح مردہ ہو وہ مُردہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ علامہ اقبالؒ کا فرمان ہے:

تنِ بے روح سے بے زار ہے حق   خدائے زندہ زندوں کا خدا ہے

جس کا نفس زندہ اور روح مردہ ہے حق تعالیٰ اس سے بیزار ہے اور وہ شخص حجاب میں ہے۔ حدیث پاک ہے:

اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُو مِنِین ترجمہ: نماز مومن کی معراج (دیدارِ الٰہی) ہے۔

غور کیجئے کیا آپ ایسی ہی نماز ادا کر رہے ہیں۔؟ کیا نماز میں آپ کا قلب بارگاہِ ربِّ جلیل کی حضوری میں ہوتا ہے؟ کیا آپ کی نماز معراج ہے؟ ''ورنہ اکثریت نمازیوں کی ایسی ہے کہ نماز اُن کے منہ پر دے ماری جاتی ہے'' (حدیث)

نماز و روزہ و قربانی و حج   سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے

اس مادیت اور مصروفیت کے دور میں لوگوں میں اب سخت محنتوں، مشقتوں، مجاہدوں اور ریاضتوں کی ہمت نہیں رہی۔ حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ اگر تو چاہتا ہے کہ زریں و اطلس کا لباس پہنے مرغن کھانے کھائے، شاندار بستر پر سوئے اور شاندار گھر میں رہے اور اللہ سے بھی واصل ہو جائے تو تصورِ اسمِ اللہ ذات کر۔

دعوتِ الی اللہ

☆ وسوسہ شیطانی، خناس، خواہشاتِ نفس و دنیا سے نجات کے لیے ☆ ظلمت و تاریکی سے نجات کے لیے (اسمِ اللہ دوست ہے مومنوں کا۔ لے جاتا ہے اُن کو ظلمت سے نور کی طرف) ☆ صراطِ مستقیم کی تلاش کے لیے ☆ روحانی بیماریوں لالچ، طمع، ہوس، غرور، تکبر، جھوٹ، فریب، مکر، حسد، ریاکاری، بغض، کینہ، عجب (خود پسندی) عصبیت، قبیلہ پرستی، صوبہ پرستی، قوم پرستی، مسلک پرستی، نافرمانی، بے ادبی سے نجات کے لیے ☆ مرتبہ احسان تک رسائی کے لیے ☆ تزکیہ نفس کے لیے ☆ تصفیۂ قلب کے لیے ☆ تجلیہ روح کے لیے ☆ بارگاہِ حق تعالیٰ کی حضوری کے لیے ☆ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری کے لیے

ذکر و تصورِ اسمِ اللہ ذات کیجئے

ذِکر اور تصورِ اسمِ اللہ کے حصول کے لئے رابطہ کریں

خادم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان

محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس سروری قادری

المرتضیٰ 20 ہدایت اللہ بلاک مصطفیٰ ٹاؤن وحدت روڈ لاہور پوسٹ کوڈ 54790

ملاقات کے اوقات روزانہ بعد از نمازِ مغرب تا رات 10.00 بجے تک اتوار دوپہر 2.00 بجے سے رات 10.00 بجے تک

PTCL V Wireless 042: 5031210 پر رابطہ روزانہ شام 7 بجے سے رات 10 بجے تک اور اتوار کے دن 1 بجے سے رات 10 بجے تک

جواب طلب امور کے لیے جوابی لفافہ ارسال فرمائیں۔

رسالہ فَقْرُ فِی اللّٰہ (دوڑو اللہ کی طرف) پتہ لکھا ہوا جوابی لفافہ ارسال کر کے مفت حاصل کریں۔

الفقر فخری والفقر منی (الحدیث)
فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔

فقر کا دنیا میں واحد ترجمان

ماہنامہ سلطان الفقر لاہور پاکستان

شمارہ نمبر 08	مارچ 2009ء	ربیع الاول ۱۴۳۰ھ	جلد نمبر 03

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ ﷺ

جو لوگ ہماری طرف آنے کی جدوجہد اور کوشش کرتے ہیں ہم انہیں اپنی طرف آنے کے راستے دکھا دیتے ہیں۔ پ ۲۱ سورۃ العنکبوت ۶۹



فیضانِ نظر
سلطان الفقر حضرت سخی سلطان
محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ



زیرِ نگرانی
خادم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان
محمد نجیب الرحمن مدظلہ الاقدس صاحب سروری قادری

فہرس

مدیرِ اعلیٰ	محمد اسد سروری قادری
مدیر	حماد الرحمن سروری قادری
مدیر معاون آرٹ و خازن	محمد ناصر حمید سروری قادری
مدیرِ ترسیل	محمود احمد سروری قادری
مدیرِ ادارت	محمد ساجد سروری قادری

مقامِ اشاعت

المرتضیٰ
20 ہدایت اللہ بلاک مصطفیٰ ٹاؤن وحدت روڈ ڈاکخانہ منصورہ لاہور۔ پوسٹ کوڈ 54790
PTCL V Wireless
042: 5031210
PTCL V پر رابطہ روزانہ شام 7 بجے سے رات 10 بجے تک
اور اتوار کے دن 1 بجے سے رات 10 بجے تک
Cell:0322-4722766
E-mail: sultanulfaqar@yohoo.com

اطلاع برائے سالانہ خریداران اور نیوز ایجنٹ

ماہنامہ سلطان الفقر ہر ماہ کی یکم تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے اگر پانچ تاریخ تک نہ ملے تو مدیرِ ترسیل کو مطلع کریں۔

زرِ تعاون

فی شمارہ 30 روپے
سالانہ چندہ 350 روپے

اس جریدے میں قرآنی آیات اور احادیث کا بغور مطالعہ کیا جاتا ہے تاہم اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو سہواً ہوگی اور اسکی نشاندہی پر ادارہ آپ کا شکر گزار رہوگا۔

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

پبلشر ناصر حمید سروری قادری نے آر۔ٹی۔ پرنٹرز لاہور سے چھپوا کر المرتضیٰ 20 ہدایت اللہ بلاک مصطفیٰ ٹاؤن وحدت روڈ لاہور سے شائع کیا۔



حمدِ باری تعالیٰ جل جلالہ

مرے لیے مرے اللہ دو حرم ہیں بہت
مرے گناہ تری رحمتوں سے کم ہیں بہت

تو سامنے سہی تجھ تک رسائی سہل نہیں
یہ راہِ راست وہ ہے جس میں پیچ وخم ہیں بہت

خطا معاف میں دو وحدتوں کا قائل ہوں
کہ تیرے بعد محمدؐ بھی محترم ہیں بہت

کدھر کدھر تری آواز کی طرف جاؤں
وجود ایک ہے میرا مگر عدم ہیں بہت

راہِ سلوک میں یہ کون سا مقام آیا
کہ خندہ زن بھی ہوں، آنکھیں بھی میری نم ہیں بہت

نیاز مند مظفؔر کو بھی بتا ان کا
وہ خاص ہستیاں جن پر ترے کرم ہیں بہت

شاعر مظفؔر وارثی



نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

رَبّ کے محبوب سا اولیٰ نہیں دیکھا ہوگا
سیّدِ کون و مکاں سا نہیں دیکھا ہوگا

قُدسی کرنے سلام آتے ہیں
ایسا دربار زمیں پر نہیں دیکھا ہوگا

وہی قبلہ ہے جدھر چہرۂ انور اُٹھے
اور وحی کا یوں اترنا نہیں دیکھا ہوگا

اپنی قسمت پہ عرش ہے نازاں
شبِ معراج سا مہماں نہیں دیکھا ہوگا

انبیاء، رُسل، مقتدی سارے
ایسا امام جہاں نے نہیں دیکھا ہوگا

وجد میں جھوم اٹھا عرشِ بریں
ایسا جلوہ سرِ محفل نہیں دیکھا ہوگا

آمدِ مصطفیٰؐ پہ رقصاں ہے
حورو غلماں کا اترنا نہیں دیکھا ہوگا

جس کے مکھڑے کی قسم رَبّ کھائے
وَالضُّحیٰ چہرہ کسی نے نہیں دیکھا ہوگا

جنؐ کا خُلقِ عظیم ہے قرآن
ایسا یٰسٓ، ایسا طٰہٰ نہیں دیکھا ہوگا

رَبّ بھی مطلوبِ رضا ہو جس کا
وہ مُزَّمِّل وہ مُدَّثِّر نہیں دیکھا ہوگا

نقشِ پا رازؔ بسا جب دلِ میں
آنکھ نے ایسا نظارہ نہیں دیکھا ہو گا

شاعرہ: طاہرہ مرزا رازؔ چغتائی (اسلام آباد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

خیالِ خواندن چندیں کتب چراست ترا　　الف بس است اگر فہم این اداست ترا

☆ ترجمہ: تجھ پر اس قدر کتابیں پڑھنے کی دُھن کیوں سوار رہتی ہے؟ اگر تو صاحب فہم ہے تو تیرے لئے ''علم الف'' (اسم اللہ ذات) ہی کافی ہے۔ (فرمان باھُوؒ)



عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

لفظ میلاد ''ولادت'' سے ہے اور ''عید'' سے مراد خوشی ہے اور عید میلادِ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مراد حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشی منانا ہے۔ کچھ لوگ اسے بدعت قرار دیتے ہیں اس بنا پر کہ یہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے دور میں منائی نہیں گئی۔ اس طرح بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صحابہؓ کے دور میں موجود نہیں تھیں بعد میں اجماع سے عمل میں آئیں لیکن ہم اس مضمون میں یہ ثابت کر دیں گے کہ ولادتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشی نہ صرف اللہ تعالیٰ نے منائی بلکہ دورِ نبوت' صحابہ کرامؓ' تابعین اور تبع تابعین کے دور میں بھی منائی گئی پھر ہم اُس ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت پر عید کیوں نہ منائیں جس کی بدولت ہمیں دو عیدیں (عید الفطر اور عید الاضحیٰ) اور راہِ ہدایت نصیب ہوئی۔

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ آج کل یعنی موجودہ دور میں عید میلادِ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حجاز (مکہ' مدینہ) اور تمام عرب میں نہیں منائی جاتی ان کے علم کے لئے عرض ہے کہ اسلام چودہ سو سال قبل آیا اور موجودہ دور جس کا تذکرہ یہ لوگ کرتے ہیں۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد اور خلافتِ عثمانیہ کے زوال کے بعد 70 یا 80 سال قبل شروع ہوا۔ خلافتِ عثمانیہ تک نہ صرف مکہ اور مدینہ بلکہ سارے عالمِ اسلام میں عید میلادالنبیؐ بڑے جوش وخروش سے منائی جاتی رہی ہے۔ یہ کوئی خود ساختہ اور گھڑا ہوا افسانہ نہیں ہے بلکہ حقائق کے ساتھ تاریخ کے صفحات پر موجود ہے اس مضمون کا مقصد کسی کی دل آزاری نہیں بلکہ حق کو پیش کرنا ہے۔ کیونکہ حدیثِ نبویؐ ہے کہ ''جو حق بات کہنے سے ڈرا وہ گونگا شیطان ہے۔'' قرآن وحدیث' اکابرینِ حق کے اقوال اور تاریخی طور پر یہ ثابت ہے کہ خلافتِ عثمانیہ تک عالمِ عرب میں عید میلادالنبیؐ بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی رہی ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آمد سے ہی دنیا کو دولتِ ایمان ورحمت نصیب ہوئی دنیا وآخرت کی تمام نعمتیں ورحمتیں آپ ہی کی وجہ سے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی کو تمام جہانوں کے لئے رحمت اور مومنین کے لئے انعام واحسان فرمایا ہے۔

یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یا جشن عید میلاد سے مراد فقط یہ ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذکر پاک کے لئے اجتماع منعقد کرنا اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرتِ مطہرہ کے روشن پہلوؤں کا ذکر کرنا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کمالات اور درجات کا بیان' آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت کا تذکرہ' خوشی میں جلوس نکالنا' شریعت مطہرہ کے اندر رہتے ہوئے لوگوں کو شریعت مطہرہ سے آگاہ کرنا اور آپ کی شان میں نعت خوانی کرنا اور لوگوں کو کھانا کھلانا ہے۔

میلاد کا سب سے پہلا اجتماع عالمِ ارواح میں اللہ تعالیٰ نے خود منعقد فرمایا اس اجتماع میں حاضرین وسامعین تمام انبیاء علیہ السلام تھے اس محفل کے انعقاد کا مقصد حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت فضائل اور شمائل کا بیان ہی تو تھا۔ اس محفل میں تمام انبیاء کرامؑ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں عہد لیا گیا اور اس عہد پر انبیاء کرامؑ کے ساتھ خود اللہ تعالیٰ کی ذات پاک بھی گواہ بنی۔

ترجمہ:۔ اور (اے محبوبؐ)! وہ وقت یاد کریں جب اللہ نے انبیاء سے پختہ عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا کر دوں پھر تمہارے پاس وہ (سب پر عظمت والا) رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تشریف لائے جو ان تمام کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہو جو تمہارے ساتھ ہوں گی تو ضرور بالضرور ان پر ایمان لاؤ گے اور ضرور بالضرور ان کی مدد کرو گے۔ فرمایا! کیا تم نے اقرار کیا اور اس (شرط) پر میرا بھاری عہد مضبوطی سے تھام لیا؟ سب (انبیاء) نے عرض کیا ہم نے اقرار کر لیا۔ فرمایا کہ تم گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ (آل عمران 81)

گویا ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے محفل کا انعقاد سنتِ الٰہیہ ہے اور سب سے پہلی محفل خود اللہ پاک نے منعقد فرمائی۔ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا ذکر کرتے

ہوئے ارشاد فرمایا ہے: ''ترجمہ: اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے'' مگر کسی نعمت پر احسان نہیں جتلایا سوائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے۔

ترجمہ: یقیناً اللہ پاک نے انہی میں سے اپنا رسول بھیج کر مومنوں پر احسان کیا ہے۔ (آل عمران 164)

کیا اللہ تعالیٰ کے اس عظیم احسان کا شکر ہم مسلمانوں پر لازم نہیں ہے؟ یقیناً لازم ہے بلکہ اس عظیم نعمت کے ذکر و شکر کا حکم ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (الضحیٰ ۱۱) ترجمہ: اپنے ربّ کی دی ہوئی نعمت کا تذکرہ کرو۔

اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ مسلمان اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت پر اس کی حمد و ثناء کریں اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے درجات و کمالات سے آگاہ ہوں اور جیسے جیسے لوگ آپ کے درجات و کمالات سے آگاہ ہوں گے آپ کے عشق کی آگ دل میں روشن ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے خود انبیاء کرام کے یومِ ولادت پر سلام بھیج کر میلاد النبی کی ترغیب دی ہے۔

❁ فرمانِ حق تعالیٰ ہے: ''وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ (سورہ مریم 15) ترجمہ: (اللہ کی طرف سے) ان پر سلام ہو جس دن وہ پیدا ہوئے۔

یہی الفاظ اور سلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہیں۔ وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ (سورہ مریم 33) ترجمہ: اور اللہ کی طرف سے مجھ پر سلام ہو جس دن میں پیدا ہوا۔

باری تعالیٰ نے خود ولادتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے موقع پر بزمِ کائنات میں جشن کا سماں پیدا فرمایا تاکہ میلادِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشی اور جشن سنت الٰہیہ قرار پا جائے۔ مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔

1- ولادتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وقت ستاروں کو نیچے اتار کر دنیا میں چراغاں کیا گیا۔

2- مشرق و مغرب تک پوری زمین بقعہ نور بنادی گئی حتیٰ کہ حضرت آمنہؓ نے شام کے محلات تک دیکھ لیئے۔

3- آسمان اور جنت کے سب دروازے کھول کر عالم بالا کو خوشبوؤں سے مہکا دیا گیا۔

4- مشرق و مغرب اور کعبہ کی چھت پر پرچم لہرا دیئے گئے۔

5- ستر ہزار حورانِ بہشت کو استقبال کے لئے فضا میں نیچے اتارا گیا اور ان میں سے کئی حضرت آمنہؓ کے گھر پر مامور کی گئیں۔

6- ہزار ہا فرشتوں کو بھی استقبال پر مامور کر دیا گیا۔

7- جنتی پرندے بھی استقبال کیلئے نیچے اتار دیئے گئے۔

8- وقتِ ولادت حضرت آمنہؓ کو مبارکبادی کا جنتی مشروب پلایا گیا ۔

9- شبِ ولادت قریشِ مکہ کے سب جانوروں کو بھی میلادِ مصطفیٰ ﷺ کی خوشی کے اظہار کے لئے زبان دے دی گئی۔

10- شبِ ولادت تمام ملائکہ امرِ الٰہی سے نیچے اتر کر ایک دوسرے کو مبارک دینے لگے۔

11- یومِ میلاد سورج کو بھی غیر معمولی نور سے نوازا گیا۔

12- وقتِ ولادت پہاڑوں، دریاؤں اور سمندروں نے بھی اپنے اپنے حال میں خوشیاں منائیں پہاڑوں کی چوٹیاں معمول سے زیادہ بلند ہوگئیں دریاؤں اور سمندروں کی سطح تموج کے ساتھ خاصی اونچی ہوگئی اور سمندری مخلوق نے بھی ایک دوسرے کو مبارکباد دی۔

13- ولادتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشی میں باری تعالیٰ نے سال بھر عرب کی عورتوں کو بیٹے عطا فرمائے تاکہ اس سال جاہلیتِ عرب کے ظالمانہ دستور کے مطابق کوئی بیٹی ناحق قتل نہ ہو۔

14- میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشی میں عرب کے درخت پھلوں سے لاد دیئے گئے سوکھے ہوئے کھیت ہرے بھرے ہوگئے اور قحط کو ہریالی و شادابی سے بدل دیا گیا۔

15- شبِ میلاد آسمانوں پر زبرجد اور یاقوت کے مینار بنا کر روشن کئے گئے جو شبِ معراج حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دکھائے گئے اور بتایا گیا کہ یہ آپ کی ولادت کی رات سے روشن ہیں۔

16- شبِ میلاد جنت میں نہرِ کوثر کے کناروں پر ستر ہزار عطر بیز درخت اگائے گئے اور انہیں پھلوں سے لاد دیا گیا۔

احادیث میں بھی تذکرہ میلاد موجود ہے۔

❁ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ کچھ صحابہ بیٹھ کر مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کے درجات و کمالات کا تذکرہ کر رہے تھے ایک نے کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل تھے دوسرے نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کیا اور کہا وہ اللہ تعالیٰ کے کلیم تھے تیسرے نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا کہ وہ روح اللہ تھے ایک نے حضرت آدم علیہ السلام کو صفی اللہ کہا اتنے میں حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے اور فرمایا جو کچھ تم نے کہا میں نے سن لیا وہ سب درست ہے اور میرے بارے میں سن لو! ترجمہ: میں

اللہ کا حبیب ہوں اور اس پر فخر نہیں۔ (مشکوۃ المصابیح)

غور کیا آپ نے یہ محفل میلاد نہیں تو اور کیا ہے اگر ایسی محافل جائز نہ ہوتیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کو منع فرما دیتے۔ محافل میلاد کی دوسری اصل، حدیث رسول میں موجود ہے آپ کی آمد پر خوشی کا اظہار کرنا ایمان کی علامت ہے۔ جب آپ مدینہ تشریف لائے تو مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے اور خدام راستوں پر پھیل گئے سب لوگ نعرے لگا رہے تھے یا محمد یارسول اللہ، یا محمد رسول اللہ (مسلم 419/2) قبیلہ بنو نجار کی بچیاں دف بجا کر پڑھ رہی تھیں طلع البدر علینا ہم پر چودھویں رات کا چاند طلوع ہوا ثنیات کی پہاڑیوں کی طرف سے۔ ہم پر اس نعمت کا شکر منانا واجب ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر خوشی کا اظہار فرمایا۔

ایک اور روایت صحیح بخاری شریف میں منقول ہے کہ ابولہب کی لونڈی ثوبیہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشخبری ابولہب کو سنائی تو اس نے انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے لونڈی سے کہا جاؤ آج سے تم آزاد ہو۔ پھر جب وہ حالت کفر میں مرگیا تو ایک مرتبہ حضرت عباسؓ کے خواب میں آیا اور کہنے لگا کہ تم سے جدا ہو کر میں سخت عذاب سے دوچار ہوں بس سوموار کے دن اس انگلی سے سیراب کیا جاتا ہوں (جس کے اشارے سے لونڈی کو آزاد کیا تھا) تمام شارحین حدیث کا اتفاق ہے کہ اگر ابولہب جیسا کافر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھتیجا سمجھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد کی خوشی منائے تو اسے بھی سیراب کیا جائے تو اس اُمتی کی کیا شان ہوگی جو آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کا حبیبؐ سمجھ کر میلاد مناتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیر کے دن روزہ رکھا کرتے تھے استفسار پر فرمایا اس دن میں پیدا ہوا ہوں اور اس دن مجھ پر قرآن نازل ہوا ہے (مسلم، مشکوۃ)

معلوم ہوا میلادِ مصطفیؐ اور نزولِ قرآن کی مسرت خود مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منائی ہے پھر کتنی ہی محافل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں نعت خوانی ہوئی۔ حضرت حسان بن ثابتؓ حضرت کعب بن زہیرؓ حضرت عباسؓ نے آپ کے مناقب وفضائل آپ کی صدارت میں بیان فرمائے۔ آپ کے دشمنوں کی تردید کی اور آپ نے ان تمام کو انعامات سے سرفراز فرمایا۔

❁ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں بے شک میرے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے میلاد کا ذکر کرتے رہے (مجمع الزوائد۔ طبرانی، کبیر)

امام ہیثمی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے تعصب سے بالاتر ہو کر دیکھا جائے تو یہ روایت میلاد کی حقانیت پر کتنی صریح ہے۔

❁ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس وقت سے خاتم النبیین ہوں جب کہ آدم علیہ السلام ابھی مٹی اور پانی کے درمیان تھے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں میں اپنی والدہ کا چشم دید واقعہ ہوں کہ دیگر انبیاء کی طرح میری والدہ نے میری ولادت پر ایک نور دیکھا جس کی روشنی سے ملک شام کے محلات دکھائی دیئے۔ (مسند احمد بن حنبل، مستدرک، دلائل النبوۃ)

☆ فرمایا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور اپنی والدہ کا چشم دید واقع ہوں جو انہیں میری پیدائش کے وقت دکھائی دیا ان کے جسم اطہر سے نور نکلا جس کی نورانیت سے بصریٰ کے درودیوار روشن ہو گئے۔ (المستدرک، سیرت ابن ہشام، طبقات ابن سعد)

ان دو احادیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی ولادتِ مبارکہ پر اللہ تعالیٰ نے نور سے سارے جہان کو روشن کر دیا اگر کوئی اُمتی میلادِ مصطفیؐ کے دن چراغاں کرتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی اس سنت پر عمل کرتا ہے۔

طبرانی، کبیر اور مسند احمد میں حدیث موجود ہے کہ ایک دن صحابہ کرامؓ کا جم غفیر موجود تھا آپ نے اپنے غلاموں کو اس طرح اکٹھے دیکھا تو فرمایا ما اجلسکم یہ جلسہ کس لئے ہے۔ صحابہ کرامؓ نے کہا جلسنا نذکر اللہ و نحمدہ علی ھذا نا لدینہ و من علینابک ہم اللہ تعالیٰ کے ذکر اور حمد کے لئے بیٹھے ہیں کیونکہ اس نے ہمیں اپنے دین کی ہدایت دی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے ہم پر احسان فرمایا آپ نے فرمایا: ان اللہ عزوجل یباھی بکم الملائکۃ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اس عمل پر ملائکہ میں خوشی کا اظہار فرما رہا ہے۔ (طبرانی، مسند احمد)

کیا یہ حدیث میلادِ مصطفیؐ کا پروگرام مرتب کرنے کے لئے اصل نہیں کہ اس نے ہمیں اپنا محبوب عطا فرمایا۔

❁ امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک محفل میلاد کی اصل احادیث میں آپ کا یہ عمل ہے کہ مدینہ منورہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنی ولادت کی خوشی میں جانور ذبح کئے بعض لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عمل کو عقیقہ قرار دیا تھا لیکن امام موصوف اس کا رد کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ عقیقہ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلبؓ کر چکے تھے اور عقیقہ زندگی میں دوبارہ نہیں کیا جاتا آپ کے اس عمل کو اس پر محمول کیا جائے گا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات پر اللہ تعالیٰ کے ذکر کا اظہار کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمت العالمین بنا کر بھیجا۔ یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نے اپنی ولادت کی خوشی منائی۔

❁ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ملی کہ کسی گستاخ نے آپ کے نسب شریف میں طعن کیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور فرمایا میں کون ہوں؟ صحابہؓ نے فرمایا آپ اللہ کے رسول۔ فرمایا میں عبدالمطلب کے بیٹے عبداللہ کا بیٹا ہوں۔ اللہ نے مخلوق پیدا کی ان میں سب سے بہتر مجھے بنایا پھر مخلوق کے

دو گروہ کیے ان میں مجھے بہتر بنایا پھر ان کے گھرانے بنائے مجھے ان میں بہتر بنایا تو میں ان سب میں اپنی ذات کے اعتبار اور گھرانے کے اعتبار سے بہتر ہوں۔ (مشکوٰۃ شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود محفلِ میلاد منعقد فرمائی جس میں اپنا حسب ونسب بیان فرمایا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ محفلِ میلاد کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اس محفل میں ان لوگوں کا رد کیا جائے جو آپ کی بدگوئی (نعوذ باللہ) کریں:

مندرجہ بالا بحث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ محبوبِ خدا کی ولادت باسعادت کی خوشی منانا سب سے اعلیٰ عمل ہے اور یہ ہمارے اوپر فرض بھی ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت میں سے ہیں جن کی اُمت میں شامل ہونے کے لئے تمام انبیاء کرام اپنی نبوت چھوڑنے پر تیار تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت میں شامل ہونے کی دعا کرتے رہے۔ پھر کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہم اپنی اولاد اور اپنی شادی کی سالگرہ منائیں' مذہبی اور سیاسی جماعتیں اپنے سالانہ اجتماع منعقد کر کے اپنے لیڈروں کی تعریفیں کریں۔ اپنی طاقت عوام کو دکھائیں جھنڈے لہرائیں' یوم تاسیس منائیں' صد سالہ' پچاس سالہ قیام کا جشن منائیں، جلوس نکالیں، ہم اپنے ملک کی آزادی کا جشن منائیں' حکمران اپنی حکومتوں کی سالگرہ منائیں لیکن اعتراض ہو تو صرف میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے منانے پر۔ تف ہے اس نظریہ کی پیروی کرنے والوں پر۔

ضد اور انا چھوڑیئے' آئیں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت اس شان سے منائیں جس شان کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مالک ہیں سجدہ شکر بجالائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اُمتی بنایا درود وسلام پڑھیں' نعت خوانی کریں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ رسالت اور حقیقتِ محمدیہ کو بیان کریں تاکہ شفاعت کے حقدار ٹھہریں اور پھر ان محافلِ میلاد سے نئی نسل بھی آقائے دوجہاں کی حقیقت سے آگاہی حاصل کرلے۔

نال شفاعت سرورِ عالم چھٹ سی عالم سارا ھوٗ

میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

12۔ ربیع الاوّل 1430ھ (10 مارچ 2009) کو عید میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محفل بوقت ایک بجے سہ پہر ہوگی اور بعد نمازِ عصر اختتام پذیر ہوگی۔ نمازِ عصر کے بعد لنگر تقسیم ہوگا۔

بمقام: المرتضیٰ :20۔ ہدایت اللہ بلاک مصطفیٰ ٹاؤن وحدت روڈ نزد ملتان چونگی لاہور۔

شمسی تاریخ کا انحصار رویت ہلال پر ہے۔ وقت کی پابندی ضروری ہے۔ وقت کی پابندی سنتِ رسولؐ ہے۔

اعلان

اپریل 2009 (ربیع الثانی 1430ھ) کا شمارہ ''غوث الاعظمؓ'' نمبر ہوگا قارئین اور ایجنٹ حضرات نوٹ فرمالیں۔ (ادارہ)

اطلاع برائے سالانہ خریداران

اگر سامنے دائرہ میں سرخ نشان موجود ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس ماہ سے آپ کی سالانہ ممبرشپ ختم ہورہی ہے۔
رسالہ کی ترسیل جاری رکھنے کے لئے سالانہ چندہ ارسال کریں یا VPP کے لئے لکھیں۔

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند اس دِل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

محمد ﷺ

ولادتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمتہ اللہ علیہ

ربیع الاول کا مہینہ تھا۔ دوشنبہ (سوموار) کا دن تھا اور صبح صادق کی ضیاء بار سہانی گھڑی تھی۔ رات کی بھیانک سیاہی چھٹ رہی تھی اور دن کا اجالا پھیلنے لگا تھا۔ جب مکہ کے سردار حضرت عبدالمطلب کی جواں سال بیوہ بہو کے حسرت ویاس کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے سادہ سے مکان میں ازلی سعادتوں اور ابدی مسرتوں کا نور چمکا۔

ایسا مولود مسعود تولد ہوا جس کے من موہنے مکھڑے نے' صرف اپنی غمزدہ ماں کو ہی سچی خوشیوں سے مسرور نہیں کیا بلکہ ہر درد کے مارے کے لبوں پر مسکراہٹیں کھیلنے لگیں۔ اس نورانی پیکر کے جلوہ فرمانے سے صرف حضرت عبداللہ کا کلبۂ احزاں جگمگانے نہیں لگا بلکہ جہاں کہیں بھی مایوسیوں اور حرماں نصیبیوں نے اپنے پنجے گاڑ رکھے تھے وہاں امید کی کرنیں روشنی پھیلانے لگیں اور ٹوٹے دلوں کو بہلانے لگیں۔ صرف جزیرہ عرب کا بخت خفتہ ہی بیدار نہیں ہوا بلکہ انسانیت' جو صدیوں سے ہوا و ہوس کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی اور ظلم وستم کے آہنی شکنجوں میں کسی ہوئی کراہ رہی تھی اس کو ہر قسم کی ذہنی' معاشی اور سیاسی غلامی سے رہائی کا مژدہ جان فزا ملا۔ فقط مکہ و حجاز کے خدا فراموش باشندے' خداشناس اور خود شناس نہیں بلکہ عرب وعجم کے ہر مکین کے لیے میخانۂ معرفت کے دروازے کھول دیئے گئے اور سارے نوع انسانی کو دعوت دی گئی کہ جس کا جی چاہے آگے آئے اور مئے طہور سے جتنے جام نوش جاں کرنے کی ہمت رکھتا ہے اٹھائے اور اپنے لبوں سے لگا لے۔ طیور خوش نواز مزمہ سنج ہوئے کہ خزاں کی چیرہ دستیوں سے تباہ حال گلشنِ انسانیت کو سرمدی بہاروں سے آشنا کرنے والا آ گیا۔ سر بگریباں غنچے خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے کہ انہیں جگانے والا آیا اور جگا کر انہیں شگفتہ پھول بنانے والا آیا' افسر وہ کلیاں مسکرانے لگی تھیں کہ ان کے دامن کو رنگ و نکہت سے فردوس بداماں کرنے والا آیا' علم و آگہی کے سمندروں میں حکمت کے جو آبدار موتی آغوشِ صدف میں صدیوں سے بے مصرف پڑے تھے ان میں شوقِ نمود انگڑائیاں لینے لگا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب اپنے بزرگوار سسر حضرت عبدالمطلب کے کاشانہ اقدس میں رونق افروز ہوئیں سرکارِ دو عالم ﷺ کا نور (جو پشت در پشت منتقل ہوتا آ رہا تھا) حضرت عبداللہ کی جبین سعادت سے منتقل ہو کر آپ کے شکم طاہر میں قرار پذیر ہوا۔ لیکن یہاں بھی اس نورِ پاک کی شان نرالی تھی۔

❁ حضرت آمنہؓ فرماتی ہیں:

☆ مَا شَعُرْتُ اِنِّیْ حَمَلْتُ بِهٖ وَجَدْتُ لَهٗ ثِقْلًا کَمَا تَجِدُا النِّسَآءُ اِلَّا اَنِّیْ اَنْکَرْتُ رَفْعَ حَیْضَتِیْ وَاَتَانِیْ اٰتٍ وَاَنَا بَیْنَ النَّائِمِ وَ وَالْیَقْظَانِ وَقَالَ هَلْ شَعُرْتِ اَنَّکِ حَمَلْتِ؟ فَکَاَنِّیْ اَقُوْلُ مَا اَدْرِیْ وَقَالَ اِنَّکِ حَمَلْتِ بِسَیِّدِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَنَبِیِّهَا' فَذٰلِکَ یَوْمُ الْاِثْنَیْنِ.

ترجمہ: مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ میں حاملہ ہوگئی ہوں۔ نہ مجھے کوئی بوجھ محسوس ہوا جو ان حالات میں دوسری عورتوں کو محسوس ہوتا ہے۔ مجھے صرف اتنا معلوم ہوا کہ میرے ایامِ ماہواری بند ہوگئے ہیں ایک روز میں خواب اور بیداری کے بین بین تھی کہ کوئی آنے والا میرے پاس آیا اور اس نے پوچھا۔ آمنہ! تجھے علم ہوا ہے کہ تو حاملہ ہے۔ میں نے جواب دیا نہیں۔ پھر اس نے بتایا تم حاملہ ہو اور تیرے بطن میں اس امت کا سردار اور نبی تشریف فرما ہوا ہے اور جس دن یہ واقعہ پیش آیا وہ سوموار کا دن تھا۔'' (الوفاء ابن جوزی' جلد اول)

فرماتی ہیں کہ حمل کے ایام بڑے آرام سے گزرے جب وقت پورا ہوگیا تو وہی فرشتہ جس نے مجھے پہلے خوشخبری دی تھی وہ آیا اس نے آ کر مجھے کہا۔

☆ قُوْلِیْ اُعِیْذُهٗ بِالْوَاحِدِ. مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ.

ترجمہ: ''یہ کہو کہ میں اللہ واحد سے اس کے لیے ہر حاسد کے شر سے پناہ مانگتی ہوں۔''

حضورؐ کی ولادت باسعادت سوموار کے روز بارہ ربیع الاول شریف کو ہوئی۔ بعض نے کہا ہے کہ ربیع الاول کی ۲ تاریخ تھی اور بعض نے کہا کہ ربیع الاول کی دس تاریخ تھی۔ حضرت آمنہؓ فرماتی ہیں جس رات کو سرکارِ دو

عالم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ میں نے ایک نور دیکھا جس کی روشنی سے شام کے محلات جگمگا اٹھے۔ یہاں تک کہ میں ان کو دیکھ رہی تھی۔ دوسری روایت میں ہے جب حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی حضرت آمنہؓ سے ایک نور نکلا جس نے سارے گھر کو بقعہ نور بنا دیا۔ ہر طرف نور ہی نور نظر آتا تھا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی والدہ الشفاءؓ جس کی قسمت میں حضور کی دایہ بننے کی سعادت رقم تھی وہ کہتی ہیں کہ جب سیدہ آمنہؓ کے ہاں حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو حضور ﷺ کو میں نے اپنے دو ہاتھوں پر سہارا اور میں نے ایک آواز سنی جو کہہ رہی تھی۔

☆ رَحِمَکَ رَبُّکَ

تیرا ربّ تجھ پر رحم فرمائے۔

☆ قالت الشفا

شفا کہتی ہے۔

فَاَضَاءَ لِیْ مَابَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ حَتّٰی نَظَرْتُ اِلٰی بَعْضِ قُصُوْرِ الشَّام.

ترجمہ: ''اس نور مجسم کے ظاہر ہونے سے میرے سامنے مشرق و مغرب میں روشنی پھیل گئی یہاں تک کہ میں نے شام کے بعض محلات کو دیکھا۔''

حضرت شفاؓ کہتی ہیں جب میں لیٹ گئی تو اندھیرا چھا گیا اور مجھ پر رعب اور کپکپی طاری ہوگئی اور میرے دائیں جانب سے روشنی ہوئی تو میں نے کسی کہنے والے کو سنا وہ پوچھ رہا تھا۔

☆ اَیْنَ ذَھَبْتَ بِہٖ.

ترجمہ: تم اس بچے کو لے کر کہاں گئے تھے۔

جواب ملا۔ میں انہیں لے کر مغرب کی طرف گیا تھا۔

پھر وہی اندھیرا وہی رعب اور وہی لرزا مجھ پر لوٹ آیا پھر میری بائیں جانب سے روشنی ہوئی۔ میں نے سنا کوئی پوچھ رہا تھا تم اسے کدھر لے گئے تھے دوسرے نے جواب دیا۔

میں انہیں مشرق کی طرف لے گیا تھا۔ اب دوبارہ نہیں لے جاؤں گا۔ یہ بات میرے دل میں کھٹکتی رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ کو مبعوث فرمایا اور میں ان لوگوں میں سے تھی جو سب سے پہلے حضور پر ایمان لائے۔

حضرت آمنہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپ ﷺ کی ولادت ہوئی تو آپ زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھے تھے اور آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ آپ کی ناف پہلے ہی کٹی ہوئی تھی۔ وہب بن زمعہ کی پھوپھی کہتی ہیں کہ جب حضرت آمنہؓ کے ہاں رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی تو آپ نے حضرت عبدالمطلبؓ کو اطلاع دینے کے لیے آدمی بھیجا جب وہ خوشخبری سنانے والا پہنچا اس وقت آپ حطیم میں اپنے بیٹوں اور اپنی قوم کے مردوں کے درمیان تشریف فرما تھے آپ کو اطلاع دی گئی کہ حضرت آمنہ کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے تو آپ کی خوشی و مسرت کی حد نہ رہی۔ آپ حضرت آمنہؓ کے پاس آئے حضرت آمنہؓ نے ولادت کے وقت جو انوار و تجلیات دیکھی تھیں اور جو آوازیں سنی تھیں ان کے بارے میں عرض کی۔

عبدالمطلبؓ حضور ﷺ کو لے کر کعبہ شریف میں گئے وہاں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعائیں کیں اور جو انعام اس نے فرمایا تھا اس کا شکریہ ادا کیا ابن واقد کہتے ہیں کہ اس وقت حضرت عبدالمطلبؓ کی زبان پر فی البدیہہ یہ اشعار جاری ہوگئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَعْطَانِیْ
ھٰذَا الْغُلَامَ الطَّیِّبَ الْاَرْدَانِ

ترجمہ: ''سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے مجھے پاک آستینوں والا یہ بچہ عطا فرمایا۔''

قَدْ سَادَفِی الْمَھْدِ عَلَی الْغِلْمَانِ
اُعِیْذُہٗ بِالْبَیْتِ ذِی الْاَرْکَانِ

ترجمہ: ''یہ اپنے پنگھوڑے میں سارے بچوں کا سردار ہے میں اسے بیت اللہ شریف کی پناہ میں دیتا ہوں۔''

حَتّٰی اَرَاہُ بَالِغَ الْبُنْیَانِ
اُعِیْذُہٗ مِنْ شَرِّ ذِیْ شَنَانِ
مِنْ حَاسِدٍ مُضْطَرِبِ الْعَیَانِ

ترجمہ: ''یہاں تک کہ میں اس کو طاقتور اور توانا دیکھوں میں اس کو ہر دشمن اور حاسد۔ آنکھوں کے گھمانے والے کے شر سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔''

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب پیدا ہوئے تو آپ مختون تھے اور ناف کٹی ہوئی تھی۔ یہ معلوم کر کے آپ کے دادا حضرت عبدالمطلبؓ کو بڑا تعجب ہوا اور فرمایا:

لَیَکُوْنَنَّ لِاِبْنِیْ شَانٌ

کہ میرے اس بچے کی بہت بڑی شان ہوگی۔

شاعر دربار رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے طویل عمر عطا فرمائی ساٹھ سال آپ نے جہالت میں گزارے اور ساٹھ سال بحیثیت ایک سچے مومن کے آپؓ کو زندگی گزارنے کی مہلت دی گئی۔ آپؓ فرماتے ہیں:

میری عمر ابھی سات آٹھ سال تھی مجھ میں اتنی سمجھ بوجھ تھی کہ جو میں دیکھتا اور سنتا تھا وہ مجھے یاد رہتا تھا۔ ایک دن علی الصبح ایک اونچے ٹیلے پر یثرب میں ایک یہودی کو میں نے چیختے چلاتے ہوئے دیکھا وہ یہ اعلان کر رہا تھا۔

☆ یَامَعْشَرَ یَھُوْدَ فَاجْتَمِعُوْا اِلَیْہِ

اے گروہ یہود سب میرے پاس اکٹھے ہو جاؤ۔ وہ اس کا اعلان سن کر بھاگتے ہوئے اس کے پاس جمع ہوگئے اور اس سے پوچھا بتاؤ کیا بات ہے اس نے کہا:

☆ طَلَعَ نَجْمُ اَحْمَدَ الَّذِیْ وُلِدَبِہٖ فِیْ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ اَیِ الَّذِیْ طُلُوْعُہٗ عَلَامَۃٌ عَلٰی وِلَادَتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ تِلْکَ اللَّیْلَۃِ فِیْ بَعْضِ الْکُتُبِ الْقَدِیْمَۃِ.

''اس نے کہا کہ وہ ستارہ طلوع ہوگیا ہے جس نے اس شب کو طلوع ہونا تھا جو بعض کتب قدیمہ کے مطابق احمد (ﷺ) کی ولادت کی رات ہے۔''

کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے تورات میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی کریم ﷺ کی ولادت کے وقت سے آگاہ کیا تھا اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو وہ نشانی بتا دی تھی آپ نے فرمایا تھا کہ وہ ستارہ جو تمہارے نزدیک فلاں نام سے مشہور ہے جب اپنی جگہ سے حرکت کرے گا تو وہ وقت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت کا ہوگا اور یہ بات بنی اسرائیل میں ایسی عام تھی کہ علماء ایک دوسرے کو بتاتے

تھے اور اپنی آنے والی نسل کو اس سے خبر دار کرتے تھے۔

(السیرۃ النبویہ۔ احمد بن زینی دحلان' جلد اول)

❁ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے آپ ان لوگوں سے روایت کرتی ہیں جو ولادت باسعادت کے وقت موجود تھے آپؓ نے کہا:

مکہ میں ایک یہودی سکونت پذیر تھا جب وہ رات آئی جس میں اللہ کے پیارے رسول کی ولادت باسعادت ہوئی تو اس یہودی نے قریش کی ایک محفل میں جا کر پوچھا کہ اے قریش! کیا آج رات تمہارے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے' قوم نے اپنی بے خبری کا اظہار کیا اس یہودی نے کہا کہ میری بات خوب یاد کر لو اس رات اس آخری امت کا نبی پیدا ہوا ہے اور اے قریشیو! وہ تمہارے قبیلہ میں سے ہوگا اور اس کے کندھے پر ایک جگہ بالوں کا گچھا ہوگا لوگ یہ بات سن کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے ہر شخص نے اپنے گھر والوں سے پوچھا انہیں بتایا گیا کہ آج رات عبداللہ بن عبدالمطلب کے ہاں ایک فرزند پیدا ہوا ہے' جس کو محمد ﷺ کے بابرکت نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ لوگوں نے یہودی کو آکر بتایا اس نے کہا مجھے لے چلو اور مجھے وہ مولود دکھاؤ چنانچہ وہ اسے لے کر حضرت آمنہؓ کے گھر آئے انہوں نے حضرت آمنہؓ کو کہا کہ ہمیں اپنا فرزند دکھاؤ۔ وہ بچے کو اٹھا کر ان کے پاس لے آئیں انہوں نے اس بچے کی پشت سے کپڑا ہٹایا وہ یہودی بالوں کے اس گچھے کو دیکھ کر غش کھا کر گر پڑا جب اسے ہوش آیا تو لوگوں نے پوچھا تمہیں کیا ہو گیا تھا تو اس نے بصد حسرت کہا کہ بنی اسرائیل سے نبوت ختم ہو گئی۔ اے قبیلہ قریش! تم خوشیاں مناؤ اس مولود مسعود کی برکت سے مشرق و مغرب میں تمہاری عظمت کا ڈنکا بجے گا۔

(السیرۃ النبویہ' احمد بن زینی دحلان' جلد اول صفحہ 48)

اس قسم کی بے شمار روایات ہیں جن میں علماء اہل کتاب نے نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشخبریاں دی ہیں۔

❁ حضرت عبدالمطلبؓ فرماتے ہیں:

میں اس رات کعبہ میں تھا۔ میں نے بتوں کو دیکھا کہ سب بت اپنی اپنی جگہ سے سربسجود سر کے بل گر پڑے ہیں اور دیوار کعبہ سے یہ آواز آ رہی ہے۔

وُلِدَ الْمُصْطَفٰی وَالْمُخْتَارُ الَّذِیْ تَهْلِكُ بِیَدِهِ الْكُفَّارُ وَیَطْهُرُ مِنْ عِبَادَةِ الْاَصْنَامِ وَیَاْمُرُ بِعِبَادَةِ الْمَلِكِ الْعَلَّامِ

ترجمہ: ''مصطفی اور مختار پیدا ہوا۔ اس کے ہاتھ سے کفار ہلاک ہوں گے اور کعبہ بتوں کی عبادت سے پاک ہوگا اور وہ اللہ کی عبادت کا حکم دے گا جو حقیقی بادشاہ اور سب کچھ جاننے والا ہے۔''

تاریخِ ولادت باسعادت

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ محسن انسانیت ﷺ کا یومِ میلاد دوشنبہ (سوموار) کا دن تھا۔

اس پر بھی علماء امت کا تقریباً اتفاق ہے کہ ربیع الاول کا بابرکت مہینہ تھا۔ ماہ رمضان اور ماہ محرم کے اقوال کو اہل تحقیق نے درخور اعتنا ہی نہیں سمجھا۔ البتہ ماہ ربیع الاول کی کون سی تاریخ تھی جب مہتاب رشد و ہدایت نے جلوہ بار ہو کر ظلمت کدہ عالم کو منور فرمایا اس بارے میں علماء کرام کے متعدد اقوال ہیں ہم یہاں علماء محققین کی آراء ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جن کے مطالعہ سے وہ بآسانی صحیح نتیجہ اخذ کر سکیں گے۔

ا۔ امام ابن جریر طبریؒ جو فقید المثال مفسر' بالغ نظر مورخ بھی ہیں وہ اس بارے میں لکھتے ہیں۔

☆ وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ عَامَ الْفِیْلِ لِاِثْنَتَیْ عَشْرَةَ لَیْلَةً مَضَتْ مِنْ شَهْرِ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ. (تاریخ طبری' جلد دوم' صفحہ 125)

ترجمہ: رسول کریم ﷺ کی ولادت سوموار کے دن ربیع الاول شریف کی بارھویں تاریخ کو عام الفیل میں ہوئی۔''

۲۔ علامہ ابن خلدون جو علم تاریخ اور فلسفہ تاریخ میں امام تسلیم کیے جاتے ہیں بلکہ فلسفہ تاریخ کے موجد بھی ہیں وہ لکھتے ہیں۔

☆ وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفِیْلِ لِاِثْنَتَیْ عَشْرَةَ لَیْلَةً خَلَتْ مِنْ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ لِاَرْبَعِیْنَ سَنَةً مِنْ مُلْكِ كِسْرٰی اَنُوْشِیْرَوَانَ.

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت عام الفیل کو ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو ہوئی۔ نوشیرواں کی حکمرانی کا چالیسواں سال تھا۔'' (تاریخ ابن خلدون' جلد دوم' صفحہ ۷۱۰)

۳۔ مشہور سیرت نگار علامہ ابن ہشام (متوفی ۲۱۳ھ) عالم اسلام کے سب سے پہلے سیرت نگار امام محمد بن اسحاق سے اپنی السیرۃ النبوۃ میں رقمطراز ہیں۔

☆ وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ لِاِثْنَتَیْ عَشْرَةَ لَیْلَةً خَلَتْ مِنْ شَهْرِ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ عَامَ الْفِیْلِ.

ترجمہ: ''رسول کریم ﷺ سوموار بارہ ربیع الاول کو عام الفیل میں پیدا ہوئے۔'' (السیرۃ النبویہ ابن ہشام' جلد اول' صفحہ 171)

۴۔ علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی' جو علم سیاستِ اسلامیہ کے ماہرین میں سے ہیں اور جن کی کتاب الاحکام السلطانیہ آج بھی علم سیاست کے طلبہ کے لیے بہترین ماخذ ہے۔ اپنی کتاب اعلام النبوۃ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

لِاَنَّهٗ وُلِدَ بَعْدَ خَمْسِیْنَ یَوْمًا مِنَ الْفِیْلِ وَبَعْدَ مَوْتِ اَبِیْهِ فِیْ یَوْمِ الْاِثْنَیْنِ الثَّانِیْ عَشَرَ مِنْ شَهْرِ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ.

ترجمہ: واقعہ اصحاب فیل کے پچاس روز بعد اور آپ کے والد کے انتقال کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بروز سوموار بارہ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ (اعلام النبوۃ صفحہ 192)

علوم قرآن و سنت اور فن تاریخ کے یہ وہ جلیل القدر علماء ہیں جنہوں نے بارہ ربیع الاول کو یوم میلاد مصطفی علیہ اطیب التحیہ والثناء تحریر کیا ہے اور دیگر اقوال کا ذکر تک نہیں کیا۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک صحیح اور معتمد علیہ قول یہی ہے۔

دور حاضر کے سیرت نگار محمد الصادق ابراہیم عرجون' جو جامعہ ازہر مصر کے کلیۃ اصول الدین کے عمید رہے ہیں۔ اپنی کتاب ''محمد رسول اللہ'' میں تحریر فرماتے ہیں۔

☆ وَقَدْ صَحَّ مِنْ طُرُقٍ كَثِيرَةٍ اَنَّ مُحَمَّدًا عَلَيْهِ السَّلَامُ وُلِدَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ لِاثْنَتَيْ عَشْرَةَ مَضَتْ مِنْ شَهْرِ رَبِيعِ الْاَوَّلِ عَامَ الْفِيلِ فِيْ زَمَنِ كِسْرٰى اَنُو شِرْوَانَ وَيَقُولُ اَصْحٰبُ التَّوْفِيقَاتِ التَّارِيخِيَّةِ اَنَّ ذٰلِكَ يُوَافِقُ الْيَوْمَ الْمُكَمِّلَ لِلْعِشْرِيْنَ مِنْ شَهْرِ اَغُسْطُسَ ٥٧٠م بَعْدَ مِيلَادِ الْمَسِيحِ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

ترجمہ: ''کثیر التعداد ذرائع سے یہ بات صحیح ثابت ہو چکی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ بروز سوموار بارہ ربیع الاول عام الفیل کسریٰ نوشیرواں کے عہد حکومت میں تولد ہوئے اور ان علماء کے نزدیک جو مختلف سمتوں کی آپس میں تطبیق کرتے ہیں انہوں نے عیسوی تاریخ 20 اگست 570ء بیان کی ہے۔ (محمد رسول اللہ' جلد اول' صفحہ 102)

ان کے علاوہ علامہ محمد رضا جو قاہرہ یونیورسٹی کی لائبریری کے امین تھے۔ انہوں نے اپنی کتاب محمد رسول اللہ میں لکھا ہے۔

☆ وُلِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِيْ فَجْرِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ لِاثْنَتَيْ عَشْرَةَ لَيْلَةً مَضَتْ مِنْ رَبِيعِ الْاَوَّلِ عِشْرِيْنَ اَغُسْطُسَ ٥٧٠م وَاَهْلُ مَكَّةَ يَزُوْرُوْنَ مَوْضِعَ مَوْلِدِهٖ فِيْ هٰذَا الْوَقْتِ.

ترجمہ: ''حضور نبی کریم ﷺ سوموار کے دن فجر کے وقت ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو بمطابق بیس اگست 570 عیسوی پیدا ہوئے اہل مکہ سرکار دو عالم ﷺ کے مقام ولادت کی زیارت کے لیے اسی تاریخ کو جایا کرتے ہیں۔'' (محمد رسول اللہ' جلد دوم' صفحہ 19)

اب ہم چند دوسرے حوالے قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

❁ علامہ ابن جوزی' میلاد مصطفی علیہ اطیب التحیہ و الثنا کی تاریخ کے بارے میں اپنی تحقیق یوں قلمبند فرماتے ہیں:

☆ وُلِدَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ لِعَشْرٍ خَلَوْنَ مِنْ رَبِيعِ الْاَوَّلِ عَامَ الْفِيلِ وَقِيلَ لِلَيْلَتَيْنِ خَلَتَا مِنْهُ قَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ عَامَ الْفِيلِ لِاثْنَتَيْ عَشْرَةَ لَيْلَةً مَضَتْ مِنْ شَهْرِ رَبِيعِ الْاَوَّلِ.

ترجمہ: ''حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت بروز سوموار دس ربیع الاول کو عام الفیل میں ہوئی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ربیع الاول کی دوسری تاریخ تھی اور امام ابن اسحاق فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی ولادت مبارکہ سوموار بارہ ربیع الاول عام الفیل کو ہوئی۔ (الوفا ابن جوزی۔ صفحہ 90)

❁ امام الحافظ ابو الفتح محمد بن عبداللہ بن محمد بن یحییٰ بن سید الناس الشافعی الاندلسی اپنی سیرت کی کتاب ''عیون الاثر'' میں تحریر فرماتے ہیں۔

☆ وُلِدَ سَيِّدُنَا وَنَبِيُّنَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ لِاثْنَتَيْ عَشْرَةَ لَيْلَةً مَضَتْ مِنْ شَهْرِ رَبِيعِ الْاَوَّلِ عَامَ الْفِيلِ قِيلَ بَعْدَ الْفِيلِ بِخَمْسِيْنَ يَوْمًا.

ترجمہ: ہمارے آقا اور ہمارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ سوموار کے روز بارہ ربیع الاول شریف کو عام الفیل میں پیدا ہوئے۔ بعض نے کہا ہے کہ واقعہ فیل کے پچاس روز بعد حضور کی ولادت ہوئی۔ (عیون الاثر' جلد اول' صفحہ 62)

اس کے بعد انہوں نے ربیع الاول کی دو اور آٹھ تاریخ کے قول نقل کیے ہیں۔

❁ علامہ ابن کثیر جو علم تفسیر، حدیث اور تاریخ میں اپنی نظیر آپ تھے وہ ''السیرۃ النبویۃ'' میں اس موضوع پر یوں داد تحقیق دیتے ہیں۔

☆ وُلِدَ صَلَوٰتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَامُهٗ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ بِمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِيْ صَحِيحِهٖ مِنْ حَدِيْثِ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيْرٍ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ اَنَّ اَعْرَابِيًّا قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاتَقُوْلُ فِيْ صَوْمِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ فَقَالَ ذَاكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيْهِ وَاُنْزِلَ عَلَيَّ فِيْهِ.

ترجمہ: ''حضور ﷺ کی ولادت باسعادت سوموار کے روز ہوئی۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں غیلان بن جریر کے واسطے سے ابی قتادہ سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی نے عرض کی یا رسول اللہ سوموار کے روزے کے بارے میں حضور ﷺ کیا فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ وہ دن ہے جس میں میری ولادت ہوئی۔ یہ وہ دن ہے جس میں مجھ پر وحی نازل ہوئی۔''

اس کے بعد علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے آپ فرمایا کرتے۔

رسول اللہ ﷺ کی ولادت بھی سوموار کے دن' بعثت بھی سوموار کے دن' مکہ سے ہجرت بھی سوموار کے دن' مدینہ طیبہ میں تشریف آوری بھی سوموار کے دن اور دار فانی سے انتقال بھی سوموار کے دن اور جس روز حضور نے حجرا سود اٹھا کر دیوار کعبہ میں رکھا تھا وہ بھی سوموار کا دن تھا۔ پھر فرماتے ہیں کہ جنہوں نے تاریخ ولادت بروز جمعہ سترہ ربیع الاول بتائی ہے وہ بالکل غلط اور بعید از حق ہے۔

☆ ثُمَّ الْجُمْهُوْرُ عَلٰى اَنَّ ذٰلِكَ كَانَ فِيْ شَهْرِ رَبِيعِ الْاَوَّلِ.

ترجمہ: کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ولادت باسعادت ماہ ربیع الاوّل میں ہوئی۔

بعض نے اس ماہ کی دو تاریخ۔ بعض نے آٹھ تاریخ اور بعض نے دس تاریخ بتائی ہے آٹھ تاریخ کا قول ابن حزم سے منقول ہے اور الحافظ الکبیر محمد بن موسیٰ الخوارزمی نے اس کی تصحیح کی ہے۔ بعض نے اس ماہ کی بارہ تاریخ کو متعین کیا ہے ابن اسحاق نے یہی قول لکھا ہے۔

❁ ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں یہی تاریخ روایت کی ہے:

☆ رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ فِيْ مُصَنَّفِهٖ عَفَّانَ عَنْ سَعِيْدِبْنِ مِيْنَاءَ عَنْ جَابِرٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُمَا قَالَا وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَامَ الْفِيلِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ الثَّانِيْ عَشَرَ مِنْ شَهْرِ رَبِيعِ الْاَوَّلِ وَفِيْهِ بُعِثَ وَفِيْهِ عُرِجَ بِهٖ اِلَى السَّمَآءِ وَفِيْهِ هَاجَرَ وَفِيْهِ مَاتَ وَهٰذَا هُوَا الْمَشْهُوْرُ عِنْدَ الْجَمْهُوْرِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

ترجمہ: حضرت جابر اور ابن عباس دونوں سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ عام الفیل روز دو شنبہ (سوموار) بارہ ربیع الاوّل کو پیدا ہوئے اور اسی روز حضور کی بعثت ہوئی۔ اسی روز معراج ہوا اور اسی روز

ہجرت کی اور جمہور اہلِ اسلام کے نزدیک یہی تاریخ بارہ ربیع الاول مشہور ہے۔'' واللہ اعلم بالصواب۔ (سیرت ابن کثیر' جلد اول' صفحہ 199)

اس کے پہلے راوی ابوبکر بن ابی شیبہ ہیں ان کے بارے میں ابوزرعہ رازی متوفی 264ھ کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکر بن شیبہ سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا۔ محدث ابن حبان فرماتے ہیں ابوبکر عظیم حافظ حدیث تھے۔ دوسرے راوی عفان ہیں ان کے بارے میں محدثین کی رائے ہے کہ عفان ایک بلند پایہ امام ثقہ صاحب ضبط واتقان ہیں تیسرے راوی سعید بن میناء ہیں ان کا شمار بھی ثقہ راویوں میں ہوتا ہے۔ یہ صحیح الاسناد روایت دو جلیل القدر صحابہ حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

مرفوع روایت کی موجودگی میں کسی مؤرخ یا ماہر فلکیات کا یہ کہنا کہ بارہ ربیع الاول تاریخِ ولادت نہیں۔ ہرگز قابلِ تسلیم نہیں۔

❁ مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی عالم دین ہونے کے علاوہ فن تقویم میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے انہوں نے اس فن پر ایک کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام تقویم تاریخی ہے ان کے نزدیک بھی صحیح تاریخ ولادت بارہ ربیع الاول ہے۔

❁ اہلِ حدیث کے مشہور عالم نواب سید محمد صدیق حسن خان لکھتے ہیں کہ ولادت شریف مکہ مکرمہ میں وقت طوع فجر روز دوشنبہ (سوموار) شب دوازدہم (بارہ) ربیع الاول عام الفیل کو ہوئی جمہور علماء کا یہی قول ہے ابن جوزی نے اس سے اتفاق کیا ہے۔ (الشمامۃ العنبر یہ مولد خیرالبریہ صفحہ 7)

❁ علماء دیوبند کے مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع سیرت خاتم الانبیاء میں رقم طراز ہیں:

الغرض جس سال اصحاب فیل کا حملہ ہوا اس کے ماہ ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کے انقلاب کی اصل غرض ''آدم'' اولاد آدم کا فخر' کشتی نوح کی حفاظت کا راز' ابراہیم کی دعا۔ موسیٰ وعیسیٰ کی پیش گوئیوں کا مصداق یعنی ہمارے آقائے نامدار محمد رسول اللہ ﷺ رونق افزائے عالم ہوتے ہیں۔ (سیرت خاتم الانبیاء صفحہ 18)

برصغیر پاک و ہند کے بعض سیرت نگاروں نے محمود پاشا فلکی کے حوالے سے لکھا ہے کہ بارہ ربیع الاوّل کو پیر کا دن نہیں تھا بلکہ پیر کا دن 9 ربیع الاوّل کو بنتا ہے لہٰذا 9 تاریخ صحیح ہے لیکن دلچسپ صورتِ حال یہ ہے کہ ان لوگوں کو محمود پاشا کے اصلی وطن کا بھی علم نہیں ہے علامہ شبلی نعمانی اور قاضی سلیمان منصور پوری نے محمود پاشا کو مصر کا باشندہ لکھا ہے مفتی محمد شفیع صاحب انہیں مکی لکھتے ہیں۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے انہیں قسطنطنیہ کا مشہور ہیئت دان اور منجم بتایا ہے۔

مجھے بڑی کوشش کے باوجود محمود پاشا فلکی کی کتاب یا رسالہ نہیں مل سکا۔ البتہ معلوم ہوا کہ پاشا فلکی کا اصل مقالہ فرانسیسی زبان میں تھا جس کا ترجمہ سب سے پہلے احمد زکی آفندی نے نتائج الافہام کے نام سے عربی میں کیا اس کو مولوی سید محی الدین خان جج ہائی کورٹ حیدر آباد نے اردو کا جامہ پہنایا اور 1898ء میں نولکشور پریس نے شائع کیا لیکن اب یہ ترجمہ نہیں ملتا۔

محمود پاشا فلکی نے اگر علمِ فلکیات کی مدد سے کچھ تحقیقات کی بھی ہیں صحابہ کرام تابعین اور دیگر قدماء کی روایت کو جھٹلانے کے لیے ان پر انحصار کرنا کسی طرح مناسب نہیں کیونکہ سائنسی علوم کی طرح فلکیات کی کوئی بات قطعی نہیں ہوتی۔

اس سلسلہ میں غور طلب امر یہ ہے کہ سن ہجری کا استعمال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں شروع ہوا اور پہلی مرتبہ یوم الخمیس 20 جمادی الاوّل 17ھ 12 جولائی 638ء کو مملکت اسلام میں اس کا نفاذ ہوا۔ اس کے بعد تاریخی ریکارڈ ملتا ہے لیکن اس سے پہلے کا تقویمی ریکارڈ دستیاب نہیں اور بعثت نبوی سے قبل عرب میں کوئی باقاعدہ کیلنڈر رائج نہیں تھا۔ عرب اپنی مرضی سے مہینوں میں ردوبدل کرلیا کرتے تھے اور بعض اوقات سال کے تیرہ یا چودہ مہینے بنا دیا کرتے تھے۔ ضیاء القرآن میں ہے قمری سال کے بارہ مہینوں میں کبیسہ کا ایک اور مہینہ بڑھا دیا جاتا تھا ظاہر ہے کہ اعلان نبوت سے قبل نسیئی کی جاتی رہی لیکن ہمیں اس بات کا علم نہیں ہوسکتا کہ کس کس سال میں نسیئی کی گئی۔ (ضیاء القرآن جلد 1 صفحہ 202)

محمود پاشا سے قبل بھی کچھ لوگوں نے نجوم کے حسابات سے یوم ولادت معلوم کرنے کی کوشش کی۔ علامہ قسطلانی لکھتے ہیں اہل زیچ کا اس قول پر اجماع ہے کہ آٹھ ربیع الاوّل کو پیر کا دن تھا اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو شخص بھی علوم نجوم اور ریاضی کے ذریعہ حساب لگا کر تاریخ نکالے گا مختلف ہوگی۔ پس ہمیں قدیم سیرت نگاروں محدثین' مفسرین' تابعین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی بات ماننا پڑے گی۔

مندرجہ بالا بحث سے ثابت ہوگیا کہ حضور پاک صاحب لولاک محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثنا 12 ربیع الاوّل عام الفیل پیر کے دن صبح کے وقت اس جہان ہست و بود میں اپنے وجودِ عنصری کے ساتھ تشریف لائے۔ (ضیائے حرم میلاد النبی نمبر 1410ھ ص 194-193)

علماء کرام کے ان اقوال کے نقل کرنے کے بعد قارئین کی خدمت میں مصر کے نابغہ روزگار عالم جو علم و فضل اور زہد وتقویٰ میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے ان کا قول قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ میرے نزدیک یہ قول فیصل ہے اور حق کے متلاشی کے لیے اس میں اطمینان اور تسکین ہے۔ امام محمد ابوزہرہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی سیرت کی کتاب خاتم النبیین میں اس مسئلہ کی یوں وضاحت فرماتے ہیں۔

☆ اَلْجَمْهَرَةُ الْعُظْمٰى مِنْ عُلَمَاءِ الرِّوَايَةِ عَلٰى اَنَّ مَوْلِدَهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِىْ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ مِنْ عَامِ الْفِيْلِ فِىْ لَيْلَةِ الثَّانِىْ عَشَرَ مِنْهُ وَقَدْ وَافَقَ مِيْلَادُهُ بِالسَّنَةِ الشَّمْسِيَّةِ نِيْسَان. (اغسطس)

ترجمہ: علماء روایت کی ایک عظیم کثرت اس بات پر متفق ہے کہ یوم میلاد عام الفیل ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ ہے۔ (خاتم النبیین' امام محمد ابوزہرہ' جلد اول' صفحہ 115)

اس کے بعد انہوں نے دوسرے اقوال بھی ذکر کیے ہیں لیکن ان پر بدیں الفاظ تبصرہ فرمایا ہے۔

☆ وَلَوْلَا اَنَّ هٰذِهِ الرِّوَايَةَ لَيْسَتْ هِىَ الْمَشْهُوْرَةُ لَاَخَذْنَا بِهَا وَلٰكِنْ عِلْمَ الرِّوَايَةِ لَايَدْخُلُ التَّرْجِيْحَ فِيْهِ بِالْعَقْلِ.

ترجمہ: ''کہ جمہور علماء کے قول کے مقابلہ میں یہ روایتیں

مشہور نہیں ہیں نیز علم روایت میں ترجیح کا دارومدار عقل پر نہیں ہوتا بلکہ نقل پر ہوتا ہے۔"

برصغیر ہند کے شیخ الحدیث شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب "مدارج النبوۃ" میں تاریخ میلاد پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

بداں کہ جمہور اہل سیر و تواریخ بر آنند کہ تولد آنحضرت ﷺ در عام الفیل بود واز چہل روز یا پنجاہ و پنج روز و ایں قول اصح اقوال است مشہور آنست کہ در ربیع الاول بود و بعضے علماء دعوی اتفاق بریں قول نمودہ و دواز دہم ربیع الاول بود۔

"خوب جان لو کہ جمہور اہل سیر و تواریخ کی یہ رائے ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش عام الفیل میں ہوئی اور واقعہ فیل کے چالیس روز یا پچپن روز بعد اور یہ دوسرا قول سب اقوال سے زیادہ صحیح ہے۔ مشہور یہ ہے کہ ربیع الاول کا مہینہ تھا اور بارہ تاریخ تھی۔ بعض علماء نے اس قول پر اتفاق کا دعویٰ کیا ہے یعنی سب علماء اس پر متفق ہیں۔ (بشکریہ ضیاء النبی جلد دوم)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بصارتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بصارت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حد نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوری کائنات کو اپنی ہتھیلی کی طرح دیکھتے ہیں۔

❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هٰهُنَا وَاللّٰهِ مَا يَخْفٰى عَلَيَّ رُكُوْعُكُمْ وَلَا خُشُوْعُكُمْ وَاِنِّيْ لَاَ رَاكُمْ وَرَاءَ ظَهْرِيْ ۔ (بخاری جلد 1) ترجمہ: تم یہ سمجھتے ہو کہ میرا رخ اس طرف ہے۔ اللہ کی قسم نہ تمہارا رکوع مجھ سے مخفی ہے اور نہ تمہارا خشوع (دل کی کیفیت) مجھ سے پوشیدہ ہے۔ بے شک میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

❁ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔ فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ اَمَامِيْ وَمِنْ خَلْفِيْ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ م بِيَدِهٖ لَوْرَ اَيْتُمْ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا قَالُوْ وَمَا رَاَيْتَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ رَاَيْتَ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ ۔ (صحیح مسلم جلد 1) ترجمہ: پس بے شک میں آگے بھی دیکھتا ہوں اور پیچھے بھی دیکھتا ہوں پھر فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میری جان ہے۔ جو میں دیکھتا ہوں اگر تم دیکھو تو ہنسو تھوڑے اور روؤ زیادہ۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا دیکھتے ہیں۔ فرمایا! جنت و دوزخ۔

❁ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: فَاِنِّيْ اَرٰكُمْ خَلْفَ ظَهْرِيْ (صحیح بخاری، مشکوٰۃ) ترجمہ: بے شک میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

❁ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے اندھیرے میں بھی اس طرح دیکھتے تھے جیسے دن کی روشنی میں۔

❁ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:۔ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَرٰى فِي الظُّلْمَاءِ كَمَا يَرٰى فِي الضَّوْءِ ۔ ترجمہ: حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندھیرے میں اس طرح دیکھتے تھے جس طرح کہ دن کی روشنی میں دیکھا کرتے تھے۔ (خصائص کبریٰ)

❁ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَرٰى بِاللَّيْلِ فِي الظُّلْمَةِ كَمَا يَرٰى بِالنَّهَارِ فِي الضَّوْءِ ۔ ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے اندھیرے میں ایسے دیکھا کرتے تھے جیسے کہ دن کی روشنی میں دیکھتے تھے۔ (خصائص کبریٰ جلد 1)

❁ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بصارت مبارک پوری کائنات کو دیکھ رہی ہے۔

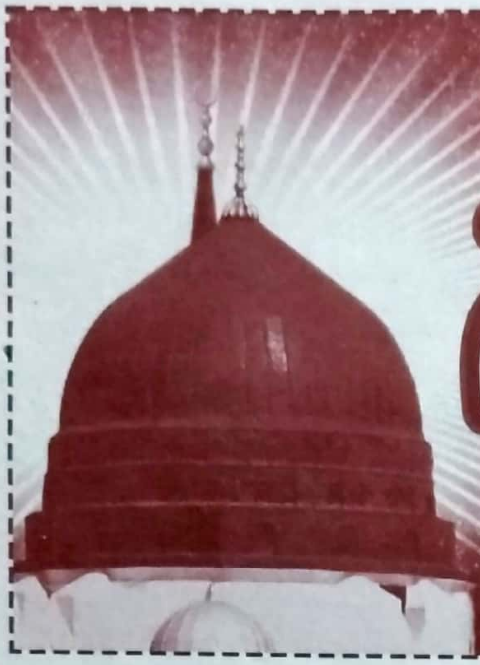
❁ حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ اِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْحَوْضُ وَاِنِّيْ لَاَ نْظُرُ اِلَيْهِ وَاَنَا فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا ۔ (صحیح بخاری جلد 2۔ صحیح مسلم جلد 2۔ مشکوٰۃ۔) ترجمہ: تمہاری ملاقات کی جگہ حوضِ کوثر ہے اور بیشک حوضِ کوثر کو میں اس جگہ سے دیکھ رہا ہوں۔

❁ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔ اِنِّيْ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ ۔ (ابنِ ماجہ۔ مشکوٰۃ۔ ترمذی) ترجمہ: میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔

❁ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْرَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا فَاَنَا ۔ اَنْظُرُ اِلَيْهَا وَاِلٰى مَا هُوَ كَائِنٌ فِيْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰى كَفِّيْ هٰذِهٖ ۔ ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کو میرے سامنے پیش فرما دیا۔ اور میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔ (المواہب قسطلانی جلد 2۔ جواہر البحار جلد 3۔)

❁ مندرجہ بالا حدیث کو طبرانی اور ابو نعیم احمد بن عبداللہ نے اس طرح ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے:۔ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ رَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهَا وَاِلٰى مَا هُوَ كَائِنٌ فِيْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰى كَفِّيْ هٰذِهٖ جَلَيَانٌ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى جَلَاهُ لِنَبِيِّهٖ كَمَا جَلَاهُ النَّبِيِّيْنَ مِنْ قَبْلِهٖ ۔ (جواہر البحار۔ المواہب قسطلانی) ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا میرے سامنے فرما دی تو میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔ اس روشنی کے سبب جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے روشن فرمائی جیسے مجھ سے پہلے انبیاء کے لئے روشن فرمائی تھی۔

مندرجہ بالا حدیث سے ثابت ہوا کہ بصارت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حد نہیں ہے۔ اور ہو بھی نہیں سکتی۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں اور حبیب سے کچھ نہیں چھپایا جاتا بلکہ ہر خزانہ عطا کر دیا جاتا ہے۔



حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مسز عنبرین مغیث سروری قادری ایم اے (صحافت)

اے ناز پروردۂ ربِّ کائنات' اے وجہِ کلمۂ کن و سرچشمہ حیات، اے ساجد و مشاہد اول، جن کا وجود عرش و فرش کے سکون کا باعث ہے، محمد مصطفیٰ ﷺ جو ہر وجود کی موجودگی کا اصل اور القاباتِ شانِ خداوندی کے حقیقی ملقب ہیں۔ آپ ہی ہیں ذاتِ الٰہی کا آئینہ مفصل و مجمل اور سرتاپا حُسنِ مکمل۔ آپ ہی حقیقتِ واحدہ کا اظہار اور ہر تعریف کے سزاوار ہیں کہ لائقِ حمد رب نے خود آپ کا نام محمد ﷺ' احمد ﷺ اور محمود ﷺ رکھا۔ آپ ہی ہیں حقیقتِ جوہرِ کائنات اور ذرے ذرے میں جاری حیات کہ آپ کے ہی نور سے آپ کے ہی واسطے کائنات کی تخلیق ہوئی۔ اے راحت جاں' سرور نگاہ' تسکینِ قلب اور اصل روح رواں آپ نہ ہوں تو کچھ بھی نہ ہو۔ اے وجہِ وجودِ کائنات سب کچھ زندہ و قائم ہے کیونکہ آپ زندہ و قائم ہیں۔ جب خالقِ کائنات نے تخلیقِ کائنات کی وجہ آپ کو قرار دیتے ہوئے فرمایا ''اے محمد ﷺ اگر آپ کو پیدا نہ کرنا ہوتا تو میں کائنات تخلیق نہ کرتا'' تو کیونکر ممکن ہے کہ آپ کی خاطر تخلیق کی گئی کائنات تو موجود رہے اور آپ موجود نہ رہیں اگر آپ موجود نہیں تو کائنات کے وجود کا کیا مقصد رہ جاتا جو صرف آپ کی خاطر وجود میں آئی۔ حدیث پاک میں آپ نے فرمایا ''میں اللہ پاک کے نور سے ہوں اور تمام مخلوقات میرے نور سے ہیں۔'' یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حیات کا اصل جوہر یعنی آپ کا نور تو خدانخواستہ قائم نہ رہے اور باقیات وجود پذیر رہیں، چشمۂ حیات کا منبع و مصدر تو باقی نہ رہے لیکن حیات پھر بھی بغیر کسی سرچشمے کے جاری و ساری رہے۔

❁ حضرت علامہ ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ شجرۃ الکون (ترجمہ صوفی محمد صدیق بیگ قلندری۔ ناشر علی برادران تاجران کتب فیصل آباد) میں فرماتے ہیں:

☆ بیشک شاخِ محمدی ﷺ کی روحانیت سے مادہ ارواح اور اس کی جسمانیت سے مادۂ اجسام حاصل کیا گیا ہے۔ (صفحہ 79)

☆ جس طرح پانی ہر چیز کی زندگی کا سبب ہے' اسی طرح آپ کا نور پاک ہر ایک قلب کے لیے باعثِ حیات ہے۔ (صفحہ 80)

☆ پس وہ ''کون'' کی ظلمت کا چراغ اور وجود کے جسم کی روح ہیں۔ (صفحہ 57)

☆ وجود کے حقائق اور اس کی برکت آپ ہی کے وجود کے ذرات ہیں۔

☆ حضور سرورِ کونین نورِ مجسم ﷺ کی جملہ موجودات میں سرایت اس طرح ہے جس طرح اشجار میں پانی کی سرایت ہے۔'' (فصوص الحکم صفحہ 97، شرح ریاض قادری)

❁ حضرت عبدالکریم الجیلی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب انسانِ کامل میں فرماتے ہیں: ''سب کچھ آپ ﷺ میں ہے آپ سے ہے اور آپ کی طرف سے تھا اور ہوگا۔''

(ترجمہ: فضل میراں ناشر نفیس اکیڈمی کراچی)

حیات از دمِ او
او دمِ حیات است
مہر و ماہ تاباں از رخ او
او روئے کائنات است

ترجمہ: حیات کا وجود انہی کے دم قدم سے قائم ہے اور زندگی کی اصل روح وہی ذات مصطفیٰ ﷺ ہی ہیں۔ چاند' سورج ستارے سب آپ کے رُخِ روشن سے ہی حرارت' روشنی اور زندگی حاصل کرتے ہیں۔ اس کائنات کا اصل چہرہ آپ ہی ہیں۔

آپ ہی زندگی کی ابتداء و انتہا ہیں۔ حدیثِ پاک میں آپ نے فرمایا ''میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے'' چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق کیا تو نورِ محمدی ﷺ کو ان کی پشت میں ودیعت کیا جو ان کی پیشانی میں چمکتا تھا۔ اسی نور کی موجودگی کے باعث حضرت آدم علیہ السلام کو مسجودِ ملائکہ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ نور ایک مکمل حیات رکھنے والا وجود ہے کیونکہ اللہ خود بھی نور اور حیّ و قیوم، سمیع و بصیر اور علیم ہے۔ پس نورِ محمدی ﷺ کو کوئی بے جان یا بے حقیقت وجود نہیں سمجھنا چاہیے۔ (نعوذ باللہ)

جب حضرت آدم علیہ السلام اس دنیا میں تشریف لائے تو یہ نور بھی آپ کی پشت مبارک میں موجود تھا۔

جب حضرت حوّا کے بطن اطہر میں حضرت شیث علیہ السلام منتقل ہوئے تو وہ نور بھی حضرت حوّا کے بطنِ اقدس کی طرف منتقل ہوگیا۔ حضرت حوا ہر بار جڑواں بچوں کو جنم دیتی تھیں۔ ماسوا حضرت شیث علیہ السلام کے۔ کیونکہ وہ حضرت محمد ﷺ کے جد امجد ہونے کی برکت سے تنہا پیدا ہوئے اور سب بھائیوں میں مرتبہ وکمال کے لحاظ سے یکتا بنے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت شیث علیہ السلام کو وصیت فرمائی کہ تمہاری پشت میں حضرت محمد ﷺ کا نور مبارک ہے۔ سواسے پاکیزہ رحم میں منتقل کرنا۔ سوائے پاک عورتوں کے کسی کا رحم اس نور کا مسکن اور ٹھکانہ نہیں بن سکے گا۔

سو یہ وصیت نسل بعد نسل حضور اکرم ﷺ کے نسب مبارک کا ہر فرد اپنے بیٹے کو کرتا رہا تا آنکہ یہ نور تمام زمانوں میں پاکیزہ پشتوں اور پاکیزہ رحموں میں سے منتقل ہوتا ہوا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی پشت مبارک تک آن پہنچا۔ آپ کا نور اقدس جس پشت میں منتقل ہوتا اس کی پیشانی میں چمکتا تھا۔ حتیٰ کہ المواہب میں ہے کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے بدن سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور رسول اللہ ﷺ کا نور مبارک ان کی پیشانی میں خوب چمکتا تھا اور اس نور کی ایسی عظمت تھی کہ بادشاہ بھی ہیبت زدہ رہ جاتے اور آپؓ کی تعظیم وتکریم کرتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو مجھے ان کی پشت مبارک میں زمین پر اتارا اور حضرت نوح علیہ السلام کی پشت مبارک میں کشتی کے اندر رکھا اور میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں تھا جب انہیں دہکتی آگ میں ڈالا گیا۔ اس طرح ہر دور میں مجھے مبارک پشتوں سے مبارک ارحام کی جانب منتقل کیا جاتا رہا یہاں تک کہ میں اپنے والدین کریمین کے گھر جلوہ افروز ہوا۔''

اگر حیات کے معنی کسی زندہ وجود کی موجودگی کے ہیں تو مندرجہ بالا روایات اور حدیث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیات سے پہلے بھی ان کی حیات حقیقی کی خبر دیتی ہے۔ اگرچہ نور محمدیہ ﷺ کا ظہور حالت بشریت میں دنیا کی تاریخ ماہ وسال کے مطابق اپنے وقت پر ہوا لیکن اس وقت سے پہلے بھی انبیاء کرام کی صورت میں آپ کی نوری حقیقت ہی ظہور پذیر ہوتی رہی۔ انبیاء کرام کے مبارک اجسام نور محمدی ﷺ کے لیے بمعنی لباس یا اس کی بحفاظت منتقلی کے لیے بطور محافظ تھے جب تک کہ یہ دنیا اور دین اپنے ارتقائی مراحل طے کرتے ہوئے اس مقام تک نہ پہنچ جائے کہ حقیقتِ محمدیہ اپنے مکمل وبے مثال جمال وکمال کے ساتھ جلوہ گر ہو سکے۔

حضرت علامہ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ حقیقت محمدیہ ﷺ اور نور محمدی ﷺ کی باحفاظت منتقلی کو اس خوبصورت مثال سے بیان فرماتے ہیں کہ ایک تاجر اپنے خزانے کے اوپر غالیچے لپیٹ کر رکھے مگر اس کے اندر ایک دوسرے کے اوپر کئی کپڑے بھر دے تو اس صورت میں جب وہ اس غالیچے کو کھولے گا تو جو کپڑا سب سے پہلے رکھا ہوگا وہ سب سے آخر میں نکلے گا۔ اس طرح حضرت سرکار دو عالم ﷺ وجود میں سب سے اول اور ظہور میں سب سے آخر ہیں۔'' (شجرۃ الکون)

چنانچہ نور محمدی ﷺ اس خزانے کی طرح ہے جو تمام پرتوں کے کھلنے کے بعد یعنی تمام انبیاء کے بعد ظاہر ہوا لیکن ان پرتوں کی اصل حقیقت ان میں چھپا ہوا خزانہ یعنی حقیقتِ محمدیہ ہی تھی اور ان کا مقصد اس خزانے یا نور محمدی ﷺ کی حفاظت تھا۔

حیاتِ محمدی ﷺ کا وجود جسم وروح کے ساتھ تب بھی اسی طرح مکمل وکامل تھا جب آپ ظاہری طور پر اس دنیا میں تشریف نہ لائے تھے جس کی گواہ سابقہ انبیاء پر اتری ہوئی الہامی کتب ہیں جن میں آپ کی جسمانی و روحانی صفات کا مکمل بیان موجود ہے۔ سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

☆ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ (البقرہ:146)

ترجمہ: جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ اس نبی ﷺ کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے۔

احبار یہود میں سے توریت کے عالم عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مشرف بہ سلام ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن سے مندرجہ بالا آیت میں حضور ﷺ کی جو معرفت بیان کی گئی ہے اس کی تفصیل دریافت کی۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اے عمر میں نے حضور ﷺ کو دیکھا تو بے اشتباہ پہچان لیا اور میرا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہچاننا اپنے بیٹوں کو پہچاننے سے بدرجہا اَتم اور اکمل ہے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ کیسے؟ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ''اُن کے اوصاف اللہ تعالیٰ نے ہماری کتاب توریت میں وضاحت سے بیان فرما دیئے ہیں۔''

❁ عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ صفات دریافت کیں جو توریت میں آئی ہیں۔ انہوں نے فرمایا ''خدا کی قسم! توریت میں بھی آپ کی وہی صفات بیان ہوئی ہیں جو قرآن مجید میں ہیں۔ (چنانچہ توریت میں ہے) ''اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کو گواہ اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اور اُمیوں کی حفاظت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ آپ میرے بندے اور میرے رسول ﷺ ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے' نہ آپ سخت گو ہیں نہ سخت دل' نہ بازاروں میں شور کرنے والے ہیں اور نہ آپ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں بلکہ آپ عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں۔'' (احمد۔ البخاری۔ البیہقی)

وصف کا وجود حیات کے وجود سے ہے۔ جو موجود ہے وہی اوصاف سے متصف ہوسکتا ہے۔ آپ کی ظاہری حیات سے قبل ہی آپ کے اوصاف کا بیان آپ کی حیات کاملہ اور موجودگی کا اعلان ہے۔ اسی حیات کاملہ کی بنا پر اللہ تعالیٰ آپ کو نہ صرف آپ کی اُمت بلکہ گزشتہ تمام امتوں کے اعمال پر بھی گواہ اور نگہبان بنا رہا ہے۔

☆ فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِیْدٍ وَّجِئْنَا بِکَ عَلٰی هٰۤؤُلَآءِ شَهِیْدًا (النساء:41)

ترجمہ: پھر اس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ لائیں گے اور اے محبوب ﷺ آپ کو ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں گے۔

گواہ وہی ہو سکتا ہے جو موجود ہو۔ اعمال کی شہادت اعمال کو ملاحظہ کیے بغیر ممکن نہیں۔ گزشتہ امتوں کے ساتھ ساتھ اپنی اُمت کے تمام زمانوں کے لوگوں پر گواہ بننا اس حقیقت کا غماز ہے کہ آپ کی حیات مبارکہ حیاتِ زمانہ کی ابتداء وانتہا کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ ایسی حیاتِ حقیقی و کامل جس کا ادراک ہماری ناقص عقل کے لیے ناممکن ہے۔ چونکہ ہم اس حیات کی حقیقت کو سمجھ نہیں پاتے اس لیے اس کا انکار کرتے ہیں۔

☆ وَتَرٰھُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ وَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ. (الاعراف:198)

ترجمہ: اور آپ دیکھیں' آپ کی طرف تکتے ہیں مگر کچھ نہیں دیکھتے۔ (یعنی آپ کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے)

بعینہٖ آپ کی تریسٹھ سالہ ظاہری حیات کے بعد بھی آپ کا زندہ، قائم وموجود رہنا ایک سِرّ (راز) ہے جس سے واقفیت تنہا عقل کے سہارے ممکن نہیں۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے عقل والوں کے لیے بے شمار نشانیاں ظاہر فرما دی ہیں' جو حیاتِ محمدی ﷺ کے کامل اور ازل تا ابد قائم ہونے کا ثبوت ہیں۔ مومن کے ایمان کی نشانی کلمہ طیبہ خود محمد ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے قائم و دائم ہونے کا اظہار ہے "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ"

"اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔" فعل حال مطلق کا استعمال ظاہر کرتا ہے کہ جو دور بھی گزر رہا ہو اُس کے آپ رسول ہیں جو گزر گیا اس کے بھی آپ رسول ہیں اور جو گزرے گا اس کے بھی آپ ہی رسول ہیں۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول تھے۔ اسی طرح کلمہ شہادت میں بھی ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موجود ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ "میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ وحدہٗ لاشریک ہے اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔" یعنی جس طرح اللہ ہمیشہ کی طرح اب بھی وحدہٗ لاشریک ہے، اسی طرح محمد ﷺ ہمیشہ کی طرح آج بھی اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ بندہ اور رسول وہ ہوتا ہے جو موجود ہو۔

کلمۂ طیبہ اور کلمۂ شہادت میں دو ازلی و ابدی حقیقتوں کو ایک ہی انداز میں ایک ساتھ بیان کرنا حکمت سے خالی نہیں اور مومنین کے لیے دعوتِ فکر ہے۔ اسی طرح تمام مسلمان دورانِ نماز "التحیات" پڑھتے وقت "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ" کے الفاظ ادا کرتے ہیں جس کے معنی "اے نبی ﷺ آپ پر سلام اللہ کی رحمت اور برکت نازل ہو۔" اس کلمے میں لفظ "علیک" حرفِ خطاب ہے جو اپنے سامنے والے یا سامنے موجود شخص کو مخاطب کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ ہم عام زندگی میں اپنے سامنے موجود اپنے مخاطب کو السلام وعلیکم کہہ کر دعا دیتے ہیں۔ جو موجود نہیں اس کے لیے عربی زبان میں واحد کے لیے "علیہٖ" "اُس پر" اور جمع کے لیے علیہم "اُن پر" کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ پس "اسلام علیہ" کی بجائے "السلام علیک" کے الفاظ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر نمازی کے سامنے موجود وحاضر ہونے کا ثبوت اور ان کی حیات کی دلیل ہیں۔ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ تشہد کے آداب بتاتے ہوئے احیاء علوم الدین میں لکھتے ہیں۔ "جب تم تشہد کے لیے بیٹھو تو بڑے ادب سے بیٹھو اور اپنی زبان سے کہو کہ تم نمازوں اور پاکیزگیوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہو اور اپنے دل میں نبی کریم ﷺ کو حاضر وموجود سمجھو اور کہو اے نبی ﷺ آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں، اور تمہاری اُمید و آبرو اس بات کی تصدیق و یقین کرے کہ تمہارا سلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچتا ہے اور آپ تمہارے سلام سے بڑھ کر کامل سلام کے ساتھ تمہیں جواب دیتے ہیں۔" (احیاء علوم الدین 1/ 199' مرقاۃ شرح مشکوٰۃ 1/557)

قرآن کریم ہر شک و شبہ سے بالاتر معجزاتی فصاحت و بلاغت کا حامل کلام الٰہی ہے' جس کی ایک ایک آیت میں حکمت کے خزانے اور عقل والوں کے لیے نشانیاں موجود ہیں۔ قرآن میں اللہ اپنے محبوب کو جن القابات سے مخاطب کر رہا ہے اور ان کی ذات کے متعلق آیات یعنی نشانیاں (آیت کے معنی نشانی ہیں) بیان کر رہا ہے وہ اس ذات کی شان حیات کامل پر واضح دلالت کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ. (الانبیاء:107)

ترجمہ: "اور اے محبوب ﷺ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔" عالمین لفظ عالم کی جمع ہے جس کے وسیع مفہوم میں نہ صرف "تمام جہان" بلکہ "تمام زمانے اور تمام مخلوقات بھی شامل ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود کو "رب العالمین" فرماتا ہے یعنی تمام جہانوں' تمام زمانوں اور تمام مخلوقات کا رب۔ اللہ کے پیدا کردہ "عالمین" کی فہرست میں کچھ ایسے عالم بھی شامل ہیں' جو زمان ومکان کی قید سے آزاد ہیں مثلاً عالمِ لاہوت' عالمِ ارواح' ستاروں کے وہ جہان بھی شامل ہیں جو ہم سے کروڑوں نوری سالوں کے فاصلے پر ہیں' جہاں کا وقت اور زمانہ ہمارے ادراک سے باہر ہے' مخلوقات کے ایسے عالم بھی شامل ہیں جن کی مخلوق کی عمر ہزاروں' سینکڑوں سالوں پر محیط ہے جیسے کہ عالمِ ملائکہ' عالمِ جنات' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ "عالم" کی تعریف میں فرماتے ہیں۔ "اللہ تعالیٰ کے لیے چالیس ہزار عالم ہیں مشرق سے لے کر مغرب تک دنیا ایک عالم ہے۔" (تفسیر الجامع لاحکام القرآن)

❀ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ نے فرمایا "عالم گنتی میں نہیں آسکتے۔ وہی اللہ ہی ان کو جانتا ہے۔ وہ پیدا کرے گا جس کو تم نہیں جانتے اور تیرے رب کے لشکروں کو کوئی نہیں جانتا مگر وہ خود۔ تمام عوالم میں سے کسی عالم کا کوئی ذرہ ایسا نہیں جو اس کی تربیت میں نہ ہو۔" (تفسیر روح المعانی صفحہ 79)

❀ حضرت سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ اپنی تصنیفات میں اٹھارہ ہزار عالم کی مخلوقات کا تذکرہ فرماتے ہیں۔ عین الفقر میں آپ بیان کرتے ہیں۔ "اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا "اے محمد! (ﷺ) میں نے تمہارے باپ آدم علیہ السلام سے پہلے ایک آدم کو پیدا فرمایا اور اسے ایک ہزار سال کی عمر عطا کی۔ جب اُس کا انتقال ہوگیا۔ تو میں نے مزید پندرہ ہزار آدم پیدا کیے اور ہر ایک کو دس دس ہزار سال کی عمر عطا کی۔ اس کے بعد آپ کے باپ آدم (علیہ السلام) کو پیدا کیا۔"

"عالمین" کے اس وسیع ترین تناظر میں اور مخلوقات کے ان گنت جہانوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس حدیث پر غور کیجیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اَرۡسِلۡتُ اِلَی الۡخَلۡقِ کَافَّۃً (صحیح ترمذی جلد ۲ صفحہ 188، صحیح مسلم)

ترجمہ: میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

رحمت اور رسالت' مرحوم (رحمت کیے جانے والے) اور مخلوق سے بہرحال قوی تر ہوتی ہے۔ رحمت اللعالمین اور تمام مخلوق کا رسول ہونے سے مراد یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت اور رسالت تمام جہانوں' تمام زمانوں اور تمام مخلوق پر محیط اور جاری ہے۔ آپ کی بشریت و نبوت اپنی زیرِ رحمت مخلوقات سے بہتر طور پر زمان و مکان کی قید سے آزاد ہے۔ آپ ہر زمانے میں اپنی بشریت اور رحمت کے ساتھ نبوت کے منصب پر فائز ہیں۔ زمان و مکان میں قید ہماری عقل نہ 'عالمین' کا ادراک کر سکتی ہے۔ نہ ہی اُن پر محیط آپ کی رحمت اللعالمینی کا' چہ جائیکہ ہم آپ کی حیاتِ کاملہ کو صرف 63 سال میں محدود کر دیں باعثِ رحمت اور فیض کوئی زندہ وجود ہی ہو سکتا ہے۔ اگر ہم رب العالمین کو ہر زمانے کا موجود رب مانتے ہیں تو ہمیں رحمت اللعالمین کو ہر زمانے کا موجود رسول ماننا ہوگا۔

• آپ پر نازل کردہ قرآن آفاقی پیغام کا حامل اور ہر زمانے کے لیے قابلِ عمل' قابلِ قبول اور قابلِ اطلاق کلام الٰہی ہے۔ اس کے کسی حکم کو متروک (Obselete) یا کسی ایک زمانے کے لیے مخصوص نہیں کیا جا سکتا۔ محبوب الٰہی ﷺ کے لیے قرآن کا اندازِ تخاطب آپ کی حیات کے ہر زمانے میں قائم ہونے کی دلیل ہے۔ بیشتر آیات کا آغاز یاایھا النبی ﷺ سے ہوتا ہے۔ "یا" کا لفظ عربی زبان میں اپنے سامنے موجود فرد کو پکارنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ ہر مسلمان خواہ وہ حیات النبیؐ کا منکر ہی کیوں نہ ہو جب قرآن کی تلاوت کے دوران یاایھا النبی ﷺ کے الفاظ اپنی زبان سے ادا کرتا ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موجود و حاضر ہونے کی گواہی دیتا ہے۔ دین کی ہر حقیقت کے بیان سے پہلے لفظ "قل"، یعنی "اے محمد ﷺ آپ

روحِ کائنات ﷺ

قلم کو کہاں یارا لفظوں کو کہاں تاب
جو بیان کر سکیں شانِ روحِ کائنات

جذبوں کو صدا ملتی' اشکوں کی زباں ہوتی
تو حالتِ عاشقِ زار شاید کچھ بیاں ہوتی

کتنے ہیں یہاں گھائل' کتنے ہی دیوانے ہیں
تیری اک ادا پہ قربان ہونے کو زمانے ہیں

اس ہجومِ عاشقاں میں کیا اوقات مجھ خاک پا کی
تو بلند و بزرگ و برتر' میری حیثیت پر کاہ کی

جو بھی وزن ہے میری ذات کا تیرے عشق پر ہے مشتمل
وہ بھی عطا ہے تیری میں کہاں تھی اس کے قابل

نہ سلیقۂ عشق آئے' نہ ہی دور مجھ سے خطا ہو
کوئی ہنر بھی نہیں پاس میرے کیا کروں جو شکر ادا ہو؟!!

شاعرہ مسز عنبرین مغیث سروری قادری

کہہ دیجیے" (تمام آئمہ و مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ "قُل" کا لفظ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہی خطاب ہے) کا استعمال ظاہر کرتا ہے اللہ تعالیٰ آج بھی اپنا پیغام مومنوں تک اپنے محبوب کی زبان پاک سے ہی پہنچاتا ہے۔ جب بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف اور مومنین سے ان کے تعلق کا بیان آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فعل حال کا صیغہ استعمال کرتا ہے گویا آج بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انہی اوصاف کے ساتھ موجود ہیں اور مومنوں سے ویسا ہی تعلق رکھتے ہیں۔

☆ اَلنَّبِیُّ اَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ (الاحزاب:6)

ترجمہ: یہ نبی ﷺ مومنوں کے ساتھ ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

☆ لَقَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ عَزِیۡزٌ عَلَیۡہِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ (التوبہ:128)

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس تم میں سے (ایک باعظمت) رسول ﷺ تشریف لائے ہیں۔ تمہارا تکلیف و مشقت میں پڑنا ان پر سخت گراں گزرتا ہے۔ وہ تمہارے (بھلائی اور ہدایت کے) بڑے طالب و آرزومند رہتے ہیں (اور) مومنوں کے لیے نہایت شفیق اور بے حد رحم فرمانے والے ہیں۔

☆ لَقَدۡ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِیۡہِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِہِمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیۡہِمۡ وَ یُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ (آل عمران:164)

ترجمہ: بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مومنوں پر کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر آیات تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے (اور) انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

☆ یٰۤاَہۡلَ الۡکِتٰبِ قَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمۡ عَلٰی فَتۡرَۃٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا مَا جَآءَنَا مِنۡۢ بَشِیۡرٍ وَّ لَا نَذِیۡرٍ ۫ فَقَدۡ جَآءَکُمۡ بَشِیۡرٌ وَّ نَذِیۡرٌ ؕ وَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ۝ (المائدہ:19)

ترجمہ: اے اہلِ کتاب بے شک تمہارے پاس یہ رسول ﷺ پیغمبروں کی آمد کے منقطع ہونے پر تشریف لائے ہیں۔ جو تمہارے لیے (ہمارے احکام) خوب واضح کرتے ہیں تاکہ تم یہ نہ کہہ دو کہ ہمارے پاس نہ تو کوئی خوشخبری سنانے والا آیا ہے اور نہ ڈر سنانے والا۔ بلاشبہ تمہارے پاس خوشخبری سنانے اور ڈر سنانے والا بھی آ گیا ہے اور اللہ ہر چیز پر بڑا قادر ہے۔"

اگر مندرجہ بالا آیات اور ان جیسی اور بہت سی آیات کے مخاطب ہر زمانے میں موجود مومنین اور اہلِ کتاب ہیں تو ان کا رسول ﷺ بھی انہیں ڈر اور خوشخبری سنانے اور ہدایت کا رستہ دکھانے کے لیے ہر زمانے میں موجود ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر بڑا قادر ہے۔ جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا' زندہ زمین سے اٹھا لیا اور قربِ قیامت میں دوبارہ زمین پر بھیجے گا' اس کے لیے کیا مشکل ہے کہ وہ اپنے محبوب کی جسمانی و روحانی حیات کو ہمیشگی عطا کرے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ضمن میں تو ماورائے عقل حقیقتوں پر کسی کو شک و شبہ نہیں' لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کا مقام' جن کی عظمت اور معجزات ہر نبی سے بڑھ کر ہیں' کی حیاتِ کاملہ

اور ہر زمانے میں ان کی موجودگی پر اعتراض کیوں؟ کیا اللہ اس پر قادر نہیں؟

ترجمہ: ''تم کس طرح اللہ کا انکار کرتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے' اس نے تمہیں زندگی بخشی' پھر موت سے تمہیں ہمکنار کرے گا اور پھر تمہیں زندہ کرے گا' پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

یہ کائنات اللہ کے محبوب کی موجودگی کے بغیر ادھوری اور بے مقصد ہے وہ موجود اور قائم ہیں اسی لیے تو اللہ اور اس کے فرشتے ہر لمحہ ان پر رحمت اور سلامتی کی دعائیں بھیجتے رہتے ہیں۔ '' اللہ اور اس کے فرشتے محمد ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والوں تم بھی ان پر درود اور سلام بھیجو۔'' (الاحزاب:56)

قرآن کے اس معجزانہ اور نشانیوں سے پر اندازِ بیان اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات کاملہ کے متعلق سید واصف علی واصف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''کیا اللہ آج کل بھی درود بھیجتا ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ کے ظاہری پردہ کرنے کے بعد اللہ کس پر درود بھیجتا ہے۔ محمد ﷺ ---ذات ہے یا صفت---ذات ہے تو قائم ہیں۔ اللہ کے درود کے آئینے میں---اللہ کسی گزشتہ پر درود نہیں بھیجتا۔ وہ حال کا اللہ ہے' قرآن حال کا قرآن ہے' کلمہ طیبہ حال کا کلمہ---اور رسول ﷺ؟ حال ہی کے رسول ہیں---ہمیشہ سے ہمیشہ کے لیے۔ اس کے ماسوا شرک ہے۔ یہی تو راہِ توحید ہے یہی حقیقت ہے۔''

''اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو اطاعت کرو ہمیشہ رہنے والے نبی ﷺ کی---اللہ تم سے محبت کرے گا اور پھر حقیقت آشنائی آسان ہو جائے گی۔ وہ جو تھوڑی دیر کے لیے آیا تھا' جب ہوش اُڑ گئے تھے' اب ہمیشہ رہے گا وہ بھی رہے گا اور ہوش بھی!!

❁ حکیم الامت حضرت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ حیات النبی ﷺ کے متعلق بیان کرتے ہیں۔ ''میرا عقیدہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ زندہ ہیں اور اس زمانے کے لوگ بھی ان کی صحبت سے اسی طرح مستفیض ہو سکتے ہیں جس طرح صحابہ کرامؓ ہوا کرتے تھے' لیکن اس زمانے میں تو اس قسم کے عقائد کا اظہار بھی اکثر دماغوں پر ناگوار ہوگا۔ اس واسطے خاموش رہتا ہوں۔'' (فتراک رسول ص 7)

❁ علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی (پارہ 22) میں بیان فرماتے ہیں ''احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ روح بمع جسم کے ساتھ زندہ ہیں۔ بلاشبہ آپ زمین کے کونوں میں عالمِ غیب میں' فرشتوں کے عالم میں' عالمِ ارواح میں' جہاں چاہیں سیر فرماتے اور تصرف فرماتے ہیں۔ آپ اسی ہیت پر ہیں جس ہیت وشکل میں قبل از پردہ پوشی تھے۔ وہ ہیت وشکل اور صورت ویسی کی ویسی ہے' اس میں سے کچھ نہیں بدلا۔ البتہ بے شک آپ لوگوں کی آنکھوں سے چھپائے گئے ہیں جیسا کہ فرشتے چھپائے گئے ہیں حالانکہ وہ بھی بمع اجساد زندہ ہیں۔ جس کو اللہ تعالیٰ دیدار مصطفیٰ ﷺ کی نعمت سے نوازنا چاہتا ہے اس سے حجابات اُٹھا دیتا ہے اور وہ خوش نصیب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ کی اصلی وحقیقی ہیت وشکل وصورت میں دیکھتا ہے۔ جسدِ عنصری کے دیکھنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہوتی اور یہ رویئت جسم مثالی کی تخصیص کی طرف داعی نہیں۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاتم النبین ہونا ہی اس بات کی علامت ہے کہ اب کسی اور نبی کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ اپنی امت کی ہر زمانے میں رہنمائی کرنے کے لیے خود موجود ہیں۔ علامہ ڈاکٹر طاہر القادری ''خصائص مصطفیٰ ﷺ'' میں لکھتے ہیں ''رسالت کا وہ

مقالۂ حکمت

''آبِ کوثر'' کے مؤلف محمد امین ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار دو علماء کرام کے درمیان مقام وعظمتِ مصطفیٰ ﷺ پر مناظرہ منعقد ہوا۔ ایک عالم قرآن و حدیث کے ذریعے شانِ مصطفیٰ ﷺ بیان کرتا تو دوسرا اس کے رد میں دلائل دیتا۔ مناظرہ طول پکڑ گیا۔ کئی دن لگ گئے۔ ایک دن جب صبح صبح دونوں علماء مناظرہ کے لیے آئے تو عاشقِ مصطفیٰ ﷺ نے مجمع کے سامنے اپنی تقریر کا آغاز ان الفاظ سے کیا۔ ''لوگو! مناظرہ کا انجام جو ظاہر ہوگا وہ اپنی جگہ ہے لیکن اپنی اپنی قسمت کو دیکھو مجھے سات دن ہو گئے آرام وسکون میسر نہیں' دن بھر مناظرہ کرتا اور رات بھر ورق گردانی کرتا رہتا ہوں۔ کتابیں دیکھتا ہوں کہ کہیں مجھے رسول اکرم شفیع معظم ﷺ کے کمالات کی' حضور انور ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ علمِ غیب کی' اختیار کی' شفاعت کی کوئی بات' کوئی اعجازی شان ملے' میں اسے جمع کرتا ہوں۔ یقیناً میرا مد مقابل بھی رات بھر نہیں سوتا ہوگا وہ بھی یوں ہی ورق گردانی کرتا ہوگا لیکن وہ تنقیص کی باتیں تلاش کرتا ہوگا کہ کہیں سے کسی کتاب میں مجھے یہ بات مل جائے کہ حضور ﷺ کو فلاں بات کا علم نہیں تھا' حضور ﷺ کو فلاں بات کا اختیار نہیں تھا وغیرہ وغیرہ کیونکہ اس نے مناظرہ میں میرے سوالوں کا جواب دینا ہوتا ہے۔ مسلمان بھائیوں غور کرو قسمت کس کی اچھی ہے جو حبیبِ خدا سیّد الانبیاء رحمتہ العالمین ﷺ کے کمال تلاش کرے یا اس کی جو اس باعث ایجادِ عالم رحمت دو عالم نورِ مجسم ﷺ کی ذاتِ گرامی کے لیے عیب تلاش کرے۔'' (نعوذ باللہ)

جب اتنی بات دوسرے عالم نے سنی تو اس کی آنکھیں کھل گئیں' کہنے لگے ''لوگو سنو! واقعی یہی بات ہے مجھے آرام کرنا سونا' کھانا سب بھولا ہوا ہے۔ میں حضور نبی کریم ﷺ کی ذات پاک کے لیے عیب اور تنقیص کی باتیں ہی تلاش کرتا ہوں۔ مجھ جیسا بدقسمت کون ہے؟ لہٰذا میں اعلان کرتا ہوں کہ میں جھوٹا' میرا عقیدہ بھی جھوٹا اور آج سے میں اس جھوٹے مذہب سے توبہ کرتا ہوں۔''

عبرت ہے ان لوگوں کے لیے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمالات اختیارات کے رد کیلئے دلائل تلاش کرتے ہیں اور اس پر شرمسار بھی نہیں ہوتے۔

سلسلہ جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا اپنے اتمام کو پہنچ کر ختمِ نبوت کے پیکر دلنواز میں ظہور پذیر ہوا جس کے بعد رسالت و نبوت کے تمام تقاضوں کی تکمیل ہوگئی' اس طرح قیامت تک کسی قوم' ملک یا زمانے کے لیے نبی اور رسول کی کوئی ضرورت باقی نہ رہی اور مشیتِ الٰہی نے نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔ اب ہر زمانہ حضور ﷺ کا زمانہ ہے۔''

❀ ظاہری حیات کے بعد بھی ہر زمانے میں بمع جسم و روح محبوبِ الٰہی ﷺ مقصودِ کائنات محمد مصطفی ﷺ کے ظہور پذیر ہونے کی صورت بیان کرتے ہوئے حضرت عبدالکریم بن ابراہیم الجیلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف انسانِ کامل میں لکھتے ہیں۔ ''محمد ﷺ کو یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ ہر صورت میں متصور ہوں۔ حتیٰ کہ وہ ان صورتوں میں متجلی ہوتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کا یہ دستورِ جاری ہے کہ وہ ہمیشہ ہر زمانہ میں اس زمانہ کے اکمل کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں تا کہ ان کی شان بلند ہو اور زمانہ کا ان کی طرف میلان درست اور قائم ہو۔ وہ ظاہر میں آنحضرت ﷺ کے خلیفہ ہوتے ہیں اور باطن میں آنحضرت ﷺ ان کی حقیقت ہیں۔'' آپ مزید لکھتے ہیں۔ ''انسانِ کامل وہ قطب ہے جس پر اول سے آخر تک وجود کے فلک گردش کرتے ہیں اور وہ جب وجود کی ابتداء ہوئی' اس وقت سے لے کر ابدالآباد تک ایک ہی شے ہے۔ پھر اس کے لیے رنگا رنگ لباس ہیں اور باعتبار لباس اس کا ایک نام رکھا جاتا ہے کہ دوسرے لباس کے اعتبار سے اس کا وہ نام نہیں رکھا جاتا۔ اس کا اصلی نام محمد ﷺ ہے۔ اس کی کنیت ابوالقاسم اور اس کا وصف عبداللہ اور اس کا لقب شمس الدین ہے۔ پھر باعتبار دوسرے لباسوں کے اس کے نام ہیں۔ پھر ہر زمانہ میں اس کا ایک نام ہے جو اس زمانہ کے لباس کے لائق ہوتا ہے۔'' (صفحہ 388)

❀ اس حقیقت کو مزید وضاحت سے حضرت علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فصوص الحکم میں بیان کرتے ہیں:

☆ ''ہر زمانہ میں آپ ﷺ ازل سے لے کر ابد تک اپنا لباس بدلتے رہتے ہیں اور اکمل افراد کی صورت پر حضور ﷺ ہی جلوہ نما ہوتے ہیں۔ (صفحہ 97 شرح محمد ریاض قادری)

☆ درحقیقت خاتم الاولیاء خود خاتم الانبیاء سید المرسلین محمد مصطفی احمد مجتبیٰ ﷺ ہیں جن کا ظہور خاتم الاولیاء کی صورت میں ہوتا ہے۔ (صفحہ 53)

☆ ''پس ازل سے ابد تک انسانِ کامل ایک ہی ہے اور وہ ذات صاحبِ لولاک سرورِ کونین ﷺ کی ذات پاک ہے جو آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک کے تمام رسولوں' نبیوں' خلیفوں کی صورت میں ظاہر ہوتی رہی ہے اور ختمِ نبوت کے بعد غوث' قطب' ابدال' اولیاء اللہ کی صورت میں اعلیٰ قدر مراتب ظاہر ہوتی رہے گی۔'' (صفحہ 165)

سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''پس اگر تم اس کے بعد بھی لغزش کرو جب کہ تمہارے پاس واضح نشانیاں آچکیں تو جان لو کہ اللہ بہت بڑی حکمت والا ہے۔''

❀ قرآن کی واضح نشانیوں اور اکابرین کے اقوال کے باوجود اگر کوئی حیات النبی ﷺ کا منکر ہو تو سلطان العارفین حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

☆ پس جو شخص حیات النبی ﷺ کا منکر ہے وہ کس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا امتی ہو سکتا ہے۔ وہ جو بھی ہے جھوٹا ہے۔ وہ بے دین و منافق ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے۔ ''جھوٹا آدمی میرا اُمتی نہیں۔'' (کلید التوحید کلاں)

☆ جسے حیات النبی ﷺ کا اعتبار نہیں وہ ہر دو جہان میں ذلیل و خوار ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ شخص مردہ سمجھتا ہے جس کا دل مردہ ہو اور اس کا سرمایہ ایمان و یقین شیطان نے لوٹ لیا ہو۔ (کلید التوحید کلاں)

☆ سن اگر کوئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مردہ سمجھتا ہے اور حیات النبی ﷺ کا انکار کرتا ہے تو اس کا ایمان سلب ہو جاتا ہے۔ (عین الفقر باب پنجم)

یقیناً جو لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مردہ سمجھتے ہیں وہ گروہ ابوجہل سے تعلق رکھتے ہیں جو واضح نشانیوں کے باوجود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت کو اپنی ناقص عقل کے زعم اور تکبر کی بنا پر سمجھ نہیں پاتے۔ وہ قرآن کی آیت کے مطابق شہیدوں کو تو زندہ سمجھتے ہیں' لیکن ان سے کئی گنا بلند درجات کے حامل' انسانیت کی معراج اور خدائے واحد کی برہان کو مردہ قرار دیتے ہیں۔ جو محمد مصطفی ﷺ کی عظمت و مقام کو نہ پا سکے وہ اُن کے رب کو کیا پائیں گے۔

بہ مصطفی ﷺ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی' تمام بولہبی است
(اقبال۔ جاوید نامہ)

ترجمہ: تو حضور مصطفی ﷺ تک خود کو پہنچا کہ حضور ﷺ ہی مکمل دین ہیں اگر تو حضور ﷺ تک نہیں پہنچتا تو تیرا سارا دین بولہب کا دین ہے۔

ایک صحابیہؓ کا عشقِ رسول ﷺ

امام بیہقی اور ابن اسحاق نے روایت کیا ہے ایک انصاری خاتون کا باپ، بھائی اور خاوند حضور رسالت مآب ﷺ کے ساتھ غزوہ احد میں شریک ہوئے اور تمام کے تمام وہیں شہید ہو گئے جب غزوہ احد کے موقعہ پر یہ مشہور کر دیا گیا کہ محبوبِ خدا ﷺ شہید ہو گئے ہیں اس خبر کی وجہ سے شہر مدینہ میں ایک اضطراب برپا ہو گیا۔ اس پریشانی کے عالم میں ایک انصاری خاتون اپنے آقا کی خبر کے لیے راستہ میں جا کھڑی ہوئی۔ صحابہؓ واپسی پر شہداء احد کو بھی ساتھ لائے۔ جب اس کے پاس سے کسی شہید کو لے کر گزرتے تو وہ پوچھتی یہ کون ہے؟ جواب ملتا یہ تیرا بھائی ہے، کبھی جواب ملتا یہ تیرا باپ ہے، یہ تیرا خاوند ہے، یہ تیرا بیٹا ہے، وہ ہر ایک کا جواب سن کر کہتی مجھے فقط یہ بتاؤ کہ میرے آقا ﷺ کا کیا حال ہے؟ صحابہؓ نے کہا آپ ﷺ بخیریت ہیں، اور آگے تشریف لے گئے ہیں اس نے کہا! مجھے آپ ﷺ کے پاس لے چلو جب وہ آپ ﷺ کے پاس پہنچی تو آپ کے مقدس دامن کو پکڑ کر عرض کرنے لگی یارسول اللہ ﷺ! جب آپ محفوظ ہیں تو مجھے ان تمام کے شہید ہونے پر کوئی غم نہیں۔



خلفاء راشدین کا عشقِ رسول ﷺ

خادم سلطان الفقر سلطان محمد نجیب الرحمٰن سروری قادری

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلفاء راشدین کی سنت کو اپنی سنت فرمایا ہے:

"تم پر میرے خلفاء راشدین کی سنت کی پیروی لازم ہے۔ (ترمذی، طبرانی، حاکم المستدرک، ابن ماجہ، مسند احمد بن حنبل)

خلفاء راشدین کی بہت سی سنتیں ایسی ہیں جن کی ہم پیروی کر رہے ہیں اور ہم پر لازم ہے اُن کی پیروی۔ اُن میں سے دو کی مثال بیان کرتا ہوں ایک تو نمازِ تراویح کی مروجہ صورت ہے جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شروع کی۔ اور دوسری نمازِ جمعہ کی دوسری اذان ہے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رائج کی۔

آئیں دیکھیں عشقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خلفاء راشدین کا ایمان کیا ہے؟ اگر عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کا ایمان ہے تو اس کی پیروی بھی ہم پر لازم اور فرض ہے کیونکہ "ایمانِ کامل" عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہے اور یہ بات خلفاء راشدین سے بہتر بھلا کون جان سکتا ہے؟

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا عشقِ رسول ﷺ

ابتدائے زمانہ میں جبکہ ابھی مسلمانوں کی تعداد ۳۹ تک پہنچی تھی کہ سیدّنا صدیق اکبرؓ نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ کفار کے سامنے دعوتِ اسلام اعلانیہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ حضور ﷺ سے اجازت حاصل کرنے پر صدیق اکبرؓ نے اصرار کیا تو حضور اکرم ﷺ نے اجازت مرحمت فرمادی۔ سیدّنا صدیق اکبرؓ باآواز بلند لوگوں میں تقریر کرنے لگے اور حضور ﷺ تشریف فرما تھے چنانچہ سب سے پہلے اعلانیہ تبلیغ کے ذریعے خدا اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلانے والے آپؓ ہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اول خطیب الاسلام کہلائے۔ نتیجتاً کفار نے آپ پر حملہ کردیا اور آپؓ کو اس قدر زدوکوب کیا کہ آپ خون میں لت پت ہوگئے۔ کوئی آپ کو پہچان نہ سکتا تھا جب انہوں نے محسوس کیا کہ آپ کی روح پرواز کر چکی ہے تو اسی حالت میں چھوڑ کر چلے گئے۔ آپ کے خاندان کے لوگوں کو پتہ چلا تو وہ آپ کو اٹھا کر گھر لے گئے اور مشورہ کیا کہ اگر آپؓ فوت ہوگئے تو ہم اس کا ضرور بدلہ لیں گے۔ آپؓ کے والد گرامی ابو قحافہ، والدہ اور آپ کا خاندان اس انتظار میں تھا کہ کب ہوش آتا ہے۔ سارا دن پروانہ مصطفی ﷺ بے ہوش رہا دن کے آخری حصہ میں جب ہوش آیا اور آنکھ کھولی تو پہلا جملہ جو آپؓ کی زبانِ اقدس پر جاری ہوا یہ تھا رسول اللہ ﷺ کس حال میں ہیں؟ تمام خاندان ناراض ہوکر چلا گیا کہ ہم تو اسکی فکر میں ہیں اور اسے کسی اور کی فکر لگی ہوئی ہے۔ آپؓ کی والدہ آپ کو کوئی نہ کوئی شے کھانے کے لیے کہتیں لیکن اس عاشقِ رسول ﷺ کا ہر مرتبہ یہی جواب ہوتا کہ اس وقت تک کچھ نہ کھاؤں گا اور نہ ہی کچھ پیوں گا جب تک مجھے اپنے محبوب کی خبر نہیں مل جاتی کہ وہ کس حال میں ہیں۔ لختِ جگر کی یہ حالتِ زار دیکھ کر آپ کی والدہ کہنے لگی۔ اللہ کی قسم مجھے آپ کے دوست کی خبر نہیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا: حضرت امّ جمیل بنت خطابؓ کے پاس جائیں اور ان سے حضور ﷺ کے بارے پوچھ کر آئیں۔ آپؓ کی والدہ امّ جمیلؓ کے پاس گئیں اور ابو بکرؓ کا ماجرا بیان کیا۔ چونکہ انہیں ابھی اپنا اسلام خفیہ رکھنے کا حکم تھا اس لیے انہوں نے کہا کہ میں ابو بکرؓ اور ان کے دوست محمد بن عبداللہ کو نہیں جانتی۔ ہاں اگر تو چاہتی ہے تو میں تیرے ساتھ تیرے بیٹے کے پاس چلتی ہوں۔ حضرت امّ جمیلؓ آپؓ کے ہمراہ جب سیدنا صدیق اکبرؓ کے پاس آئیں تو ان کی حالت دیکھ کر اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکیں اور کہنے لگیں مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے تمہارا بدلہ ضرور لے گا۔ آپؓ نے فرمایا "ان باتوں کو چھوڑو" یہ بتاؤ رسول اللہ ﷺ کس حال میں ہیں۔ انہوں نے اشارہ کیا کہ آپ کی والدہ سن رہی ہیں آپؓ نے فرمایا فکر نہ کرو بیان کرو انہوں نے عرض کیا آپ ﷺ محفوظ و مامون ہیں۔ پوچھا! آپ ﷺ اس وقت کہاں ہیں؟ انہوں نے عرض کی کہ آپ ﷺ دارِ ارقم میں ہی تشریف

فرمایں آپؐ نے یہ سن کر فرمایا: خدائے بزرگ و برتر کی قسم میں اس وقت تک نہ کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا جب تک میں اپنے محبوب ﷺ کو ان آنکھوں سے باخیریت نہ دیکھ لوں۔ شمع مصطفوی ﷺ کے اس پروانے کو سہارا دے کر دار ارقم لایا گیا جب حضور ﷺ نے اس عاشق زار کو اپنی جانب آتے دیکھا تو آگے بڑھ کر تھام لیا۔ پس اپنے عاشق زار پر جھک کر اس کے بوسے لینے لگے تمام مسلمان بھی آپ کی طرف لپکے آپ کو زخمی حالت میں دیکھ کر آپ ﷺ پر بڑی رقت طاری ہوئی۔ آپؐ نے عرض کیا! میری والدہ حاضر ہیں ان کے لیے دعا فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں آپ ﷺ کے تصدق سے دوزخ سے نجات عطا فرمادے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور وہیں دولتِ ایمان سے شرف یاب ہوئیں۔

حضور ﷺ کے ساتھ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی والہانہ محبت کی کیفیت بیان کرتے ہوئے سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں:

''میرے والد گرامی سارا دن حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتے۔ جب عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر گھر آتے تو جدائی کے یہ چند لمحے کاٹنا بھی ان کے لیے دشوار ہو جاتا۔ وہ ساری ساری رات ماہی بے آب کی طرح بے تاب رہتے۔ ہجر و فراق میں جلنے کی وجہ سے ان کے جگر سوختہ سے اس طرح آہ سرد اٹھتی جس طرح کوئی چیز جل رہی ہے اور یہ کیفیت اس وقت تک رہتی جب تک حضور ﷺ کے چہرہ اقدس کو نہ دیکھ لیتے۔''

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے وصال کا سبب بھی ہجر و فراق رسول ﷺ ہی تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا جسم مبارک حضور ﷺ کی جدائی کے غم میں نہایت ہی لاغر ہو چکا تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ کا عشقِ رسول ﷺ

❁ بخاری شریف میں حضرت عبد اللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر بن خطابؓ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا! یارسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ مجھے اپنی جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔ اس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! نہیں، قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ جب تک میں تمہیں اپنی جان سے بھی محبوب تر نہ ہو جاؤں تم اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا! اللہ ربّ العزت کی قسم! اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ چنانچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اے عمرؓ اب تمہارا ایمان کامل ہے۔ یہ ہے کامل ایمان، سبحان اللہ، محبوب اپنے محبّ کو خود ''ایمانِ کامل'' سمجھا رہا ہے۔

❁ جب نبی اکرم ﷺ کا وصال مبارک ہوا تو سیدّنا فاروقِ اعظمؓ نے ہجر و فراق کے ان لمحات میں یہ کلمات عرض کئے: یارسول اللہ ﷺ آپ پر میرے ماں باپ قربان اور سلام ہو۔ آپ ﷺ ہمیں کھجور کے تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔ کثرتِ صحابہؓ کے پیشِ نظر منبر بنوایا گیا جب آپ ﷺ اس تنے کو چھوڑ کر منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو اس نے سسکیاں لے کر رونا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ نے اس پر دستِ شفقت رکھا تو وہ خاموش ہو گیا جب اس بے جان کھجور کے تنے کا یہ حال ہے تو اس امت کو آپ ﷺ کے فراق پر نالہ کا حق زیادہ ہے یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کتنی فضیلت عطا فرمائی ہے کہ آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔ پس اللہ عزوجل نے فرمایا ''جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔'' ایک اور روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے: یا رسول اللہ ﷺ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ ﷺ کی تواضع اور انکساری کی حد ہے کہ (عرش کے مہمان ہو کر) ہم فرشیوں کے ساتھ بیٹھے، ہمارے اندر نکاح کیا اور کھایا، صوف کا لباس پہنا، گھوڑے پر سواری فرمائی بلکہ ہم جیسوں کو پیچھے بٹھایا۔

❁ ایک مرتبہ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج پر آئے طواف کیا اور حجرِ اسود کے سامنے کھڑے ہو کر فرمانے لگے ''بیشک تو ایک پتھر ہے جو نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی نہ بوسہ دیتا یہ فرمانے کے بعد آپؓ نے حجرِ اسود کو بوسہ دیا۔'' صحابہ کرام کے نزدیک یہی ایمان تھا کہ وہ کسی بھی شے سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر نسبت قائم ہی نہیں کرتے تھے۔

❁ حضرت زید بن اسلمؓ سے حضرت فاروقِ اعظمؓ کے بارے میں مروی ہے ایک رات آپؓ عوام کی خدمت کے لیے نکلے تو آپؓ نے ایک گھر میں دیکھا کہ چراغ جل رہا ہے اور ایک بوڑھی خاتون اون کاتتے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہی ہے:

علیٰ محمد ﷺ صلوة الابرار
صلی علیه الطیبون الاخیار
قد کنت قواما بکاء بالا سحار
یا لیت شعری والمنایا اطوار
هل تجمعنی و جیبی الدار

''محمد ﷺ پر اللہ کے تمام ماننے والوں کی طرف سے سلام ہو اور تمام متقین کی طرف سے بھی۔ آپ ﷺ راتوں کو اللہ کی یاد میں کثیر قیام اور سحری کے وقت آنسو بہانے والے تھے۔ ہائے افسوس! اسباب موت متعد ہیں۔ کاش مجھے یقین ہو جائے کہ روزِ قیامت مجھے آقا ﷺ کا قرب و وصال نصیب ہو سکے گا۔'' یہ اشعار سن کر حضرت فاروقِ اعظمؓ کو اپنے آقا ﷺ کی یاد شدت سے آئی جس پر وہ زار و قطار رو دیے اور دروازے پر دستک دی۔ خاتون نے پوچھا کون ہے؟ آپؓ نے کہا! ''عمر بن خطابؓ'' خاتون نے کہا! رات کے ان اوقات میں عمرؓ کو کیا کام؟ آپؓ نے فرمایا ''اللہ تجھے جزائے خیر دے دروازہ کھول'' اس نے دروازہ کھولا آپؓ نے فرمایا جو اشعار تو پڑھ رہی تھی ان کو دوبارہ پڑھ۔ اس نے جب دوبارہ اشعار پڑھے تو آپؓ کہنے لگے کہ اپنے ساتھ میرا نام بھی شریک کر اور یوں کہہ ''ہم دونوں کو آخرت میں حضور ﷺ کا ساتھ نصیب ہو اور معاف کرنے والے

عمر کو معاف کر دے۔ (نسیم الریاض)

حضرت عثمان غنیؓ کا عشقِ رسول ﷺ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو صلح حدیبیہ کے موقع پر حضورِ اکرم ﷺ نے سفیر بنا کر مکہ مکرمہ بھیجا کہ کفارِ مکہ سے مذاکرات کریں کفار بضد تھے کہ اس سال حضورِ اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو مکہ نہیں آنے دیں گے نہ حج کرنے دیں گے۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اس سلسلہ پر مذاکرات کرنے مکہ پہنچے تو قریش نے کہا کہ آپؓ پہلے بیت اللہ کا طواف کر لیں۔ تو اس عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جواب دیا:

''خدا قسم! میں اس وقت تک طوافِ کعبہ نہیں کروں گا جب تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم طواف نہ کر لیں۔'' (الشفا)

اے مکہ والو! تم کو کعبہ پر ناز ہے۔ لیکن عثمانؓ کو قسم ہے کہ جب تک میرا محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کعبہ کا طواف نہیں کریں گے میں بھی اس وقت تک طواف نہیں کروں گا کیونکہ ہم تو کعبے کو کعبہ مانتے ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وساطت سے ہیں۔

شریعت اجازت دے رہی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ روانگی کے وقت طواف سے منع نہیں فرمایا۔ قریشِ مکہ کی طرف سے بھی ممانعت نہیں ہے۔ سات سال کے بعد حضرت عثمان غنیؓ کو کعبہ کا دیدار نصیب ہو رہا ہے۔ پھر کون سی چیز طواف سے روک رہی ہے؟ سادہ جواب ہے! عشق! جب محبوب ساتھ نہیں تو طواف کا کیا مزا؟ جب کعبے کا کعبہ ساتھ نہیں تو کعبے کے طواف کا کیا مزا؟ اس لیے طواف کیے بغیر واپس چلے آئے۔

اب دوسری طرف ملاحظہ فرمائیں محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اپنے محبّ کے عمل کو دیکھ رہا ہے۔ صحابہ میں کچھ نے کہا کہ عثمانؓ کتنے خوش نصیب ہیں کہ سفیر بن کر مکہ گئے ہیں اس طرح انہیں طوافِ کعبہ کا موقع مل جائے گا جب یہ بات حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''عثمانؓ میرے بغیر طواف نہیں کر سکتا'' عثمانؓ کیسے طواف کر سکتا تھا کہ اس کا کعبہ تو ''حدیبیہ'' کے مقام پر جلوہ آرا تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا عشقِ رسول ﷺ

ایک بار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ایک غزوہ کے دوران کسی کام کے لیے بھیجا وہ واپس پہنچے تو حضورِ اکرم ﷺ نمازِ عصر ادا کر چکے تھے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: علیؓ! میں تھکن محسوس کر رہا ہوں اور آرام کرنا چاہتا ہوں چنانچہ حضورِ اکرم ﷺ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی گود میں سر رکھ کر سو گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نمازِ عصر ادا نہ کی تھی اور آپ کرم اللہ وجہہ کی نمازِ عصر رہتی تھی۔ حضورِ اکرم ﷺ کے سونے کے وقت حضرت علیؓ نے بارگاہِ مصطفی ﷺ میں یہ عرض نہ کیا کہ آقا! انتظار فرمائیے' میری عصر کی نماز رہتی ہے وہ ادا کر لوں پھر خدمت میں حاضر ہوں گا۔ بھلا وہ ایسا عرض بھی کیوں کرتے؟ وہ تو متلاشی ہی اس بات کے رہتے تھے کہ کسی انداز سے ہی سہی آقا علیہ السلام کا قرب اور خدمت کا موقع نصیب ہو جائے۔ آج تو ان کی گود کو حضور ﷺ کا سرِ انور نصیب ہو رہا تھا۔ نہ ہی حضور ﷺ نے ان سے پوچھا کہ علی! سفر سے آئے ہو نماز بھی پڑھ لی ہے یا نہیں؟

ادھر حضرت علیؓ اپنی خوش بختی کے کیف میں آفتابِ نبوت کو تکے جا رہے تھے کہ ادھر سورج اپنی منزلیں طے کرتا ہوا غروب کے قریب جا پہنچا۔ جب آپ کی نظر ڈوبتے سورج پر پڑی تو آپ کے چہرہ اقدس کا رنگ متغیر ہو گیا۔ عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی۔ کبھی نگاہ سورج پر ڈالتے اور کبھی محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رخِ زیبا پر۔

کبھی مائل بہ غروب سورج کو تکتے تو کبھی سراپا طلوع آفتابِ رسالت کو دیکھتے۔

آپ اندازہ کریں جن کی زندگی بھر کبھی نماز قضا نہ ہوئی ہو اندریں حالات ان کے دل پر کیا بیت رہی ہو گی۔ ایک ہم بھی ان کے نام لیوا ہیں کہ نماز کی فکر تک سے تہی دامن ہیں اور ایک وہ کہ نماز چھوٹ جانے کے تصور سے بھی بے چین ہوئے جا رہے ہیں۔ ہمیں تو ان پر بیتنے والی کیفیات کا اندازہ بھی نہیں ہو سکتا۔ جن کے بیٹوں کے مقدر میں نیزوں پر چڑھ کر بھی قرآن پڑھنا اور تلواروں کے سائے میں نماز ادا کرنا رقم ہو وہی بتا سکتے ہیں کہ نماز کیا شئے ہے' اس کی اہمیت کیا ہے اور مومنانہ زندگی میں اس کا مقام کیا ہے؟

الغرض حضرت علیؓ نے دیکھا کہ سورج ڈوب رہا ہے تو چشمانِ مقدس سے آنسو بہہ نکلے' آقا ﷺ بیدار ہوئے تو دیکھا کہ غلام پریشان ہے اور رو رہا ہے۔ پوچھا کیا بات ہے؟ عرض کیا آقا! میری نمازِ عصر رہ گئی ہے۔ فرمایا ''قضا پڑھ لو'' غلام نے حضورِ اکرم ﷺ کے چہرہ اقدس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا جو زبانِ حال سے یہ کہہ رہی تھیں کہ آپ کی غلامی میں نماز جائے

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

مصطفی ﷺ کی شکل میں حق کا جمال آیا نظر
سیرتِ اطہر میں ہر اوج کمال آیا نظر

کائنات اُس کے لیے تسخیر فرمائی گئی
اُس کے قدموں میں نظامِ ماہ و سال آیا نظر

وہ ہیں جس کے باطنی انوار بے حد و شمار
زیست کے ہر دائرے میں بے مثال آیا نظر

شانِ استقلال ہر غزوے میں پائی دیدنی
روئے انور مشکلوں میں بھی بحال آیا نظر

خاندانی نفرتوں کے بت ہوئے سب پائمال
خانہ کعبہ کی چھت پر جب بلالؓ آیا نظر

اہلِ طائف کو دُعا دیتا تھا ہو کر زخم زخم
وادئ نخلہ میں جب رحمت خصال آیا نظر

چلتا تھا اُس کے اشارے پر کھلونا چاند کا
مہد میں جب آمنہؓ بی بی کا لال آیا نظر

زخم ہوں ظاہر کے وہ تائبؔ کہ باطن کے ہوں گھاؤ
اسوۂ احسن میں سب کا اندمال آیا نظر

حفیظ تائب

اور قضا پڑھوں؟ اگر اس غلامی میں گئی ہوئی نماز قضا پڑھوں تو پھر ادا کب پڑھوں گا؟

جب آقا ﷺ نے دیکھا کہ علی رضی اللہ عنہ قضا نہیں پڑھنا چاہتا بلکہ نماز ادا ہی پڑھنا چاہتا ہے تو سرکار دو عالم ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست اقدس دعا کے لیے بلند کر دیئے اور کلمات عرض کیے:

☆ اللھم ان علیا کان فی طاعتک وطاعۃ رسولک. (مدارج النبوۃ' الصواعق المحرقۃ)

ترجمہ: اے اللہ! علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں مصروف تھا (کہ اس کی نماز قضا ہوگئی۔ اس کی نماز ادا کروا)۔

امام ابن حجر مکی نے ''الصواعق المحرقہ'' میں بڑی تفصیل کے ساتھ اس حدیث پر گفتگو کی ہے۔ اس کی رواۃ کو ثقہ قرار دیا ہے اور اس پر جرح و بحث کے بعد تمام اعتراضات کا جواب دے کر اس کی تصریح کی ہے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کی اطاعت تو نماز کا وقت پر پڑھانا ہے نہ کہ قضاء کر دینا جب کہ واضح ارشاد خداوندی ہے:

☆ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (النساء4: 103)

ترجمہ: بے شک نماز مومنوں پر مقررہ وقت کے حساب سے فرض ہے۔

نماز کو وقت پر ادا کرنا اللہ کی اطاعت ہے لیکن یہاں تو نماز قضا ہوگئی ہے' اس کے باوجود بھی آقا علیہ السلام اس قضا کو اس کی اطاعت قرار دے رہے ہیں۔ کیا معاذ اللہ آرام اللہ کا تھا؟ نہیں' وہ تو آرام سے پاک ہے۔ کیا نیند اللہ کی تھی؟ نہیں' وہ تو نیند سے پاک ہے۔ آرام حضور علیہ السلام کا تھا' نیند حضور اکرم ﷺ کی تھی۔ علی رضی اللہ عنہ کی نماز آقا علیہ السلام کی نیند پر قربان ہوگئی۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ آقا علیہ السلام فرماتے کہ اے اللہ! علی تیرے نبی کی خدمت میں مصروف تھا کہ نماز کا وقت نکل گیا' مگر یہ نہیں فرمایا بلکہ فرمایا: ''اے اللہ! علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں مصروف تھا'' چنانچہ اطاعت کا مفہوم بھی خود حضور اکرم ﷺ کی زبان اقدس سے واضح ہوگیا کہ حضور اکرم ﷺ کی نوکری و خدمت جیسی بھی ہو رب کی اطاعت ہے' مصطفی علیہ السلام کی خدمت بھی اللہ کی اطاعت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آقا علیہ السلام کی خدمت میں مصروف تھے اس لیے ان کی قضا بھی اطاعت الٰہی قرار پائی۔

حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ جب آقائے دو جہاں ﷺ نے دستِ اقدس دعا کے لیے بلند فرمائے تو ڈوبا ہوا سورج اس طرح واپس پلٹ آیا جیسے حضور ﷺ کے ہاتھوں میں ڈوریاں ہوں جنہیں کھینچنے سے سورج آپ کی جانب کھنچا آ رہا ہو۔ یہاں تک کہ سورج عصر کے وقت پر آ گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز عصر ادا کر لی۔

حضور اکرم ﷺ کی غلامی ہی رب تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ یہ مشرب فقط علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کا ہی نہ تھا بلکہ حضور ﷺ کے جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا۔

صحابہؓ کا عشقِ رسول ﷺ اور دیدار

صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے مرضِ وفات کے ایام میں علالت اس قدر بڑھ گئی کہ آپ کا جسمِ اطہر کمزور ہو گیا اور نماز پڑھانے کے لیے مسجد میں تشریف نہ لے جا سکے۔ اسی طرح تین دن گزر گئے پیر کا دن آ گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے مرض وفات کے دنوں میں علالت کے باعث حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کے لیے مقرر فرمایا تھا اور وہی آپ ﷺ کے حکم کے مطابق جماعت کرواتے تھے۔ چنانچہ پیر کے دن جب کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک نماز کی امامت فرما رہے تھے اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین صف در صف کھڑے ان کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے افاقہ محسوس فرمایا تو بستر علالت سے اٹھے اور اپنے حجرۂ انور کے دروازے پر تشریف لے آئے۔ اپنے غلاموں کو ابوبکرؓ کی اقتداء میں نماز ادا کرتے ہوئے ملاحظہ فرمانے کے لیے آپ ﷺ نے دروازے پر آ کر پردہ ہٹایا۔ صحابہ کہتے ہیں:

☆ فکشف النبی ﷺ ستر الحجرۃ ینظر الینا وھو قائم متبسم کان وجھہ ورقۃ المصحف. (صحیح بخاری' کتاب الجماعۃ والامامہ)

ترجمہ: پس نبی ﷺ نے حجرہ مبارک کا پردہ اٹھایا اور کھڑے ہو کر ہمیں دیکھنے لگے اس وقت حضور علیہ السلام مسکرا رہے تھے اور آپ ﷺ کا چہرہ مبارک مصحف (قرآن) کا ورق لگتا تھا۔

یعنی جب آپ ﷺ نے دروازے کا پردہ ہٹایا تو ہم نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے چہرہ اقدس پر تبسم کھل رہا ہے۔ آپ خوشی سے مسکرا رہے ہیں۔ صحابہ کہتے ہیں کہ اس وقت آپ کا چہرہ اقدس ایسے لگ رہا تھا جیسے کھلا ہوا قرآن ہو۔

آپ میں سے بہت سے لوگوں نے روضۂ رسول ﷺ کی زیارت کی سعادت حاصل کی ہوگی۔ ذرا مسجد نبوی اور ریاض الجنہ کا نقشہ اپنی آنکھوں کے سامنے لائیے۔ اگر مسجد نبوی میں آپ کھڑے نماز پڑھ رہے ہوں تو حضور ﷺ کا حجرہ مبارک بائیں کندھے کی طرف پڑتا ہے اور اگر آپ محراب کی جگہ دیکھیں تو وہ خاصی آگے پڑتی ہے۔

صحابہ کرامؓ نماز پڑھ رہے ہوں۔ رسول پاک ﷺ کا حجرہ مبارک بائیں طرف ہو۔ ادھر دروازہ کھلے'

نماز...... دیدارِ مصطفی ﷺ کا ذریعہ

صحیح بخاری میں آتا ہے کہ ایک صحابیؓ جب جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے تو حضور اکرم ﷺ کے پیچھے پہلی صف میں دائیں طرف کچھ فاصلے پر کھڑے ہوتے۔ حالانکہ امام کے ٹھیک پیچھے کھڑا ہونے میں اجر زیادہ ہے اور جتنا فاصلہ زیادہ ہوتا جاتا کم ہوتا چلا جاتا ہے۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ فاصلے پر کیوں کھڑے ہوتے ہیں، حالانکہ امام کے پیچھے کھڑا ہونے میں زیادہ اجر ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ثواب تم لے لو۔ میں تو فاصلے پر اس لیے کھڑا ہوتا ہوں کہ نماز کے دوران اول تا آخر اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرے مبارک کو دیکھتا رہوں اور آقا ﷺ کی زیارت سے آنکھوں کی پیاس بجھاتا رہوں۔

پردہ ہٹے اور مسکراتا ہوا چہرہ نمودار ہو تو یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ کا چہرہ اقدس نظر آ جائے کیونکہ حالتِ نماز میں آنکھیں سجدہ گاہ پر ہوتی ہیں نہ کہ کسی اور جانب پھر نماز کے دوران قبلہ رخ کھڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور اکرم ﷺ کا مسکراتا ہوا چہرہ کیسے نظر آتا؟

بات یہ ہے کہ صحابہؓ نے حضور اکرم ﷺ کا مسکراتا ہوا چہرہ دیکھنے کے لیے قبلہ کو چھوڑ کر اپنے چہروں کو دریار کی جانب موڑ لیا تھا' کعبے کی سمت سے نگاہ ہٹا کر کعبے کے کعبہ کی جانب اپنے چہروں کو متوجہ کر لیا تھا اور اس طرح محبوب علیہ السلام کے مسکراتے ہوئے چہرہ کا نظارہ کیا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ آگے چل کر فرماتے ہیں:

☆ فھممنا ان نفتتنا من الفرح برؤیۃ النبی ﷺ (صحیح البخاری' کتاب الجماعۃ والامامہ)

ترجمہ: ہم نے حضور نبی پاک ﷺ کے چہرہ اقدس کو دیکھا تو اس سے اتنی خوشی و مسرت حاصل ہوئی کہ ہمیں اندیشہ ہونے لگا کہ کہیں اپنی نمازیں ہی نہ توڑ بیٹھیں۔

شارحین نے حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ صحابہؓ کو گمان ہونے لگا کہ وہ نمازیں توڑ بیٹھیں گے اور حضور ﷺ کے چہرۂ پاک کے دیدار میں مستغرق ہو جائیں گے۔

اس وقت صحابہ رضی اللہ عنہم پر عجیب کیفیت طاری تھی۔ تین دن کے ہجر کے بعد دیدار کی لذت حاصل ہو رہی تھی۔ عقل کہتی تھی کہ نماز پوری ہو لینے دو پھر دیکھ لینا۔ عشق کہتا تھا' کعبہ ادھر ہے تو کیا؟ ادھر دیکھو کہ کعبے کا کعبہ ہے' عقل کہتی تھی چہرہ قبلہ کی طرف سے نہ موڑنا نماز ٹوٹ جائے گی۔ ''عشق دامن کھینچ کر کہتا تھا'' دیوانو!

نمازیں جو قضا ہوں پھر ادا ہوں
نگاہوں کی قضائیں کب ادا ہوں

عقل یہ مسئلہ سمجھاتی تھی کہ کعبہ کی طرف سے چہرہ ہٹا لینے سے نماز باقی نہیں رہتی۔ عشق یہ مسئلہ سمجھاتا تھا کہ چہرہ کعبے سے ہٹا کر کسی اور جانب پھر جائے تو بے شک نماز ٹوٹ جاتی ہے لیکن اگر کعبے سے ہٹ کر چہرہ مصطفی ﷺ کی طرف پلٹ جائے تو نماز اپنی معراج کو پا لیتی ہے۔

اس کشمکش میں عشق غالب آیا' عقل مغلوب ہوگئی' عشق کا سکہ چل گیا' عقل کا فتویٰ نہ چل سکا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حالتِ نماز میں قبلہ رخ چہروں کو موڑ کر حضور ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھنا شروع کر دیا۔ ان پر عجیب کیفیت طاری ہوگئی اور نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ نماز ٹوٹنے کا اندیشہ پیدا ہو گیا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو اس وقت امامت کرا رہے تھے ذرا ان کی حالت دیکھیے۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا جیسے حضور اکرم ﷺ باہر تشریف لے آئے ہوں۔ جب ساری کایا پلٹنے لگی اور سارا سماں بدلنے لگا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی مصلیٰ چھوڑ کر پہلی صف میں آنے لگے۔ روایت کے الفاظ ہیں:

☆ فنکص ابو بکر علی عقبیہ لیصل الصف وظن ان النبی ﷺ خارج الی الصلوۃ. (صحیح البخاری' کتاب الجماعۃ والامامہ) ۔

ترجمہ: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹے تاکہ صف میں مل جائیں۔ انہوں نے سمجھا کہ نبی اکرم ﷺ نماز کے لیے باہر تشریف لا رہے ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے قدموں پر پیچھے ہٹے۔ مصلیٰ چھوڑ کر پہلی صف پر آنے لگے۔ ان کا خیال تھا کہ شاید آقائے دو جہاں ﷺ نماز کے لیے تشریف لا رہے ہیں۔ اس لیے کہ بدلا ہوا سماں یہ بتا رہا تھا کہ محبوب ﷺ آ گئے۔ لہٰذا مصلیٰ چھوڑ دیا تاکہ مصلیٰ پر آقا علیہ السلام کھڑے ہوں' میں خود پچھلی صف میں آنے لگے جب آقا علیہ السلام نے دیکھا کہ مقتدی بھی نماز بھول گئے ہیں اور امام امامت کو بھول گیا ہے۔ ہر کوئی سمت قبلہ کو چھوڑ کر میری طرف متوجہ اور میرے دیدار میں منہمک ہونے لگا ہے تو اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

☆ اتموا صلوتکم

اپنی نمازیں پوری کر لو۔

آپ ﷺ کے چہرے کا تبسم گویا زبانِ حال سے صحابہ کو مخاطب کر کے یہ کہہ رہا تھا کہ میرے پیارے صحابیو! تمہیں مبارک ہو' جو امتحان میں تمہارا لینا چاہتا تھا تم اس میں کامیاب ہو گئے ہو۔ چنانچہ آپ ﷺ نے پردہ گرا دیا اور اندر تشریف لے گئے۔

گزشتہ صفحات میں مذکور واقعات سے ہم نے خلفاء راشدین اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں جان لیا کہ اپنے آقا و مولا ﷺ کی محبت میں یکساں طور پر محبت اور عشق سے سرشار تھے۔ اسی انداز سے ہم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرامؓ کا مشرب جان لیا ان کی اپنے آقا علیہ السلام کے ساتھ عشق کا منظر بھی دیکھ لیا' کیا ان میں کوئی فرق ہے؟ نہیں! ہمیں بھی ابو بکر، عمر، عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں کوئی فرق نہیں ڈالنا چاہیے۔

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی ابوبکرؓ و عمرؓ ' عثمانؓ و علیؓ
ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبیؐ کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک ہی باغ کے پھول تھے' ایک ہی گلشن کی کلیاں تھیں اور ایک ہی سورج کی شعاعیں ہیں۔ ان کا عقیدہ ایک تھا' مشرب ایک تھا' طریقہ ایک تھا۔ یہ فرق اور تفرقے ہم نے ڈال رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان فرقوں کو ہمارے دلوں سے مٹا دے' ہمیں شیر و شکر کر دے اور پوری امت کو ایک وحدت کی لڑی میں پرو دے۔

صحابہ کا دیدارِ مصطفی ﷺ

عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو صلح حدیبیہ میں قریش مکہ کی طرف سے سفیر بن کر آئے تھے صحابہ کے دیدارِ مصطفی ﷺ کے بارے میں ایک جگہ فرماتے ہیں: وما یحدون الیہ النظر تعظیماً لہ (بخاری) ''اور وہ (صحابہ) آپ ﷺ کی طرف ادب اور تعظیم کے پیش نظر نگاہ بھر کر نہیں دیکھتے۔ جب آقا علیہ السلام اپنے صحابہؓ کو دیکھتے'' تو ان کی نگاہیں جھک جاتیں اور جب حضور ﷺ دوسری طرف دیکھتے تو یہ اصحاب چپکے سے نگاہیں چرا چرا کر اپنے پیارے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کا دیدار کر لیتے۔ نگاہیں چرا چرا کر دیکھنا بھی رموزِ محبت میں ایک مقام رکھتا ہے یہ عشق کا مسئلہ ہے اور اس سے اہلِ عشق (فقر) ہی واقف ہیں کہ دیدارِ یار کا یہ انداز ان کا خاصہ ہے۔



حضور اکرم ﷺ نورِ مجسم اور سرتاقدم حُسنِ مجسم ہیں۔ آپ ﷺ جلوہ حُسنِ مطلق اور آئینہ جمالِ کبریا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو ساری کائنات سے حُسین و جمیل بنایا۔

''نورِ احدیت''، ''سرِّ وحدت'' کے جس ''حُسنِ کامل'' نے (کہ جس کی مثل کوئی نہیں) عاشقوں کے دیدار کے لیے آپ ﷺ کو پیکرِ محسوس اور اپنا مظہرِ اتم بنا کر بھیجا۔ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک ہی ''اسم ذات'' ہے اس لیے فرمان ہے ''جس نے مجھے دیکھا یقیناً اس نے حق دیکھا۔''

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ ''شمائم امدادیہ'' میں اس حدیث پاک کی شرح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''حضور تاجدار کائنات ﷺ کے اس فرمان کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جس نے مجھے دیکھا اُس نے یقیناً مجھے ہی دیکھا اس لیے کہ ابلیس لعین میری صورت اختیار نہیں کر سکتا اور دوسرے یہ کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے ''اللہ رب العزت'' کو دیکھا۔

❖ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ: ''اسمِ ذات عین ذات پاک ہے''

آپ ﷺ کے حسن و جمال کو دیکھ کر ہر کوئی مبہوت و بے خود رہ جاتا حسن اور تناسب اعضا کے اعتبار سے آپ ﷺ کی خوبصورتی و رعنائی اپنی مثال آپ تھی۔

حُسنِ یوسفؑ دمِ عیسیٰؑ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حُسنِ یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر مصر کی عورتوں نے اپنی انگلیاں کاٹ لی تھیں اگر حضورِ اکرم ﷺ کا حُسن و جمال زمانے پر ظاہر کر دیا جاتا تو لوگ گردنیں کاٹ لیتے۔

حُسنِ یوسفؑ بے حجاب تھا اور اس میں منہمک ہونے والی عورتیں تھیں۔ جنہوں نے اپنی انگلیاں کاٹ لیں اور انہیں اس حُسن کے جلووں میں انہماک کے سبب انگلیاں کٹنے کی خبر تک نہ ہوئی۔ لیکن حُسنِ مصطفیٰ ﷺ عام مخلوق کے لیے حجاب میں تھا۔

❖ امام زرقانی نے اپنی کتاب میں امام قرطبی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حُسن و جمال مکمل طور پر ہم پر ظاہر نہیں کیا گیا اور اگر آقائے کائنات ﷺ کا تمام حُسن و جمال ہم پر ظاہر کر دیا جاتا تو ہماری آنکھیں (ظاہری آنکھیں۔ نورِ بصارت) حضور ﷺ کا نظارہ کرنے سے قاصر رہتیں۔

❖ امام نبہانی رحمتہ اللہ علیہ نے حافظ ابن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک قول جواہر البحار جلد دوم میں نقل کیا ہے۔

''بعض آئمہ کا یہ کہنا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تمام حُسن و جمال ہم (یعنی عام مخلوق) پر ظاہر نہیں گیا'' یعنی آپ ﷺ کے حسن کو بے حجاب نہیں کیا گیا۔ آپ ﷺ کے حُسن بے حجاب کے لیے عشق کو کسوٹی بنایا گیا اور اس حُسن بے حجاب کے لیے باطنی آنکھ یا نورِ بصیرت کو ضروری قرار دیا گیا۔ اس لیے صحابہ کرام اور عاشقانِ دیدار کو جب باطنی آنکھ سے آپ ﷺ کا حُسن و جمال نظر آتا ہے تو چہرہ مبارک سے نگاہ ہٹانے کو دل ہی نہیں کرتا بلکہ سکون یہی ہے کہ بس دیدار کیے جاؤ' صحابہ نے بھی آپ ﷺ کے دیدار میں خود کو گم کر دیا اور عاشقین آج بھی آپ ﷺ کے دیدار میں محو ہیں۔ عاشقانِ رسول ﷺ کے حُسن بے مثال پر انگلیوں کی بجائے گردنیں کٹانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔

❖ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنے والد محترم کے ایک خواب کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خواب میں میرے والد صاحب سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- میرا حسن و جمال لوگوں کی آنکھوں سے چھپا ہوا ہے۔ ربّ تعالیٰ کی غیرت سے اگر ظاہر ہو جائے تو لوگ اس سے زیادہ کچھ کریں گے۔ جو کہ یوسف علیہ السلام کے وقت ہوا تھا۔

❖ شاعر دربارِ رسالت ﷺ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''اے اللہ کے محبوب میری آنکھ نے آج تک آپ ﷺ سے زیادہ حُسین نہ دیکھا ہے' نہ دیکھے گی اور کسی عورت نے آپ ﷺ سے زیادہ حُسین و جمیل بچہ پیدا نہیں کیا۔ آپ کو ہر عیب سے پاک اور مبرا پیدا کیا گیا۔ گویا آپ ﷺ کو اس طرح پیدا کیا گیا جس طرح آپ ﷺ چاہتے تھے۔''

آپ فرماتے ہیں میں نے حضور اکرم ﷺ کے حُسن اور تجلیات کا مشاہدہ کیا تو اپنی ہتھیلی اپنی آنکھوں پر رکھ لی اس لیے کہ (تجلّیات سے) کہیں میں بینائی سے محروم

ہی نہ ہو جاؤں۔(جواہر البحار جلد 2)

❖ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے کبھی بھی کوئی چیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ حسین نہیں دیکھی بلکہ سب سے زیادہ حسین وجمیل نبی اکرم ﷺ کو ہی دیکھا ہے۔(الوفا۔ابن جوزی)

❖ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حبیبِ خدا ﷺ سے زیادہ حسین وجمیل کسی کو نہیں پایا۔(الوفا۔ ابنِ جوزی)

❖ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' نبی کریم ﷺ یوں معلوم ہوتے گویا کہ چاندی سے ڈھالے گئے ہیں۔(بیہقی'ابن جوزی'سیوطی'امام ابن کثیر)

❖ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت'حسین وجمیل'چہرہ انور کے لحاظ سے اور رنگت کے اعتبار سے سب سے زیادہ نورانی اور چمکیلے تھے۔(ابن جوزی)

❖ محمد بن عمار فرماتے ہیں کہ میں نے ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ رسول اکرم ﷺ کا حلیہ مبارک مجھے بیان فرمائیں تو انہوں نے فرمایا اے بیٹے اگر تو آپ ﷺ کو دیکھتا تو تجھے یوں معلوم ہوتا جیسے سورج طلوع ہو رہا ہو۔(الوفا۔ابن جوزی)

❖ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔''حضور رحمت عالم ﷺ سر انور سے لے کر قدم پاک تک نور ہی نور تھے'آپ ﷺ کے حُسن و جمال کا نظارہ کرنے والے کی آنکھیں چندھیا جاتیں'آپ ﷺ کا جسم اطہر چاند اور سورج کی طرح منور و تاباں تھا۔اگر آپ ﷺ کے جلوہ ہائے حُسن لباسِ بشری میں مستور نہ ہوتے تو روئے منور کی طرف آنکھ بھر کر دیکھنا ناممکن ہو جاتا۔(مدارج النبوۃ)

❖ ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''ہمارے نبی اکرم ﷺ کا حُسن و جمال اوجِ کمال پر تھا۔لیکن ربّ کائنات نے حضور ﷺ کے جمال کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مخفی رکھا'اگر آپ ﷺ کا جمال پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ افروز ہوتا تو حضور ﷺ کے روئے تاباں کی طرف آنکھ اٹھانا بھی مشکل ہو جاتا۔''(جمع الوسائل)

❖ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور اکرم ﷺ کے حُسن و جمال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔''آپ ﷺ قد مبارک میں نہ زیادہ لمبے تھے اور نہ پست قد بلکہ میانہ قد کے تھے'آپ ﷺ کے بال مبارک نہ بالکل پیچدار تھے نہ بالکل سیدھے بلکہ کچھ گھنگریالے تھے۔جسم اطہر میں فربہ پن نہ تھا۔چہرہ مبارک (بالکل گول نہ تھا بلکہ اُس) میں تھوڑی سی گولائی تھی'رنگ سفید سرخی مائل تھا۔مبارک آنکھیں نہایت سیاہ تھیں۔آپ ﷺ کی پلکیں دراز'جوڑوں کی ہڈیاں موٹی تھیں۔کندھوں کے سرے اور درمیان کی جگہ پُر گوشت تھی۔آپ ﷺ کے بدن اقدس پر زیادہ بال نہ تھے۔آپ ﷺ کی ہتھیلیاں اور پاؤں مبارک پُر گوشت تھے۔آپ ﷺ جب چلتے تو قدموں کو قوت سے اُٹھاتے گویا نیچے اُتر رہے ہوں۔جب آپ ﷺ کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو پورے بدن کو پھیر کر توجہ فرماتے۔دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں'سب سے زیادہ سخی دل والے اور سب سے زیادہ سچی زبان والے'سب سے زیادہ نرم طبیعت والے اور خاندان کے لحاظ سے سب سے زیادہ افضل جو آپ ﷺ کو اچانک دیکھتا پہلی نظر میں مرعوب ہو جاتا'جوں جوں قریب آتا آپ ﷺ سے مانوس ہو جاتا اور آپ ﷺ سے محبت کرنے لگتا۔(الغرض آپ ﷺ کا) حلیہ بیان کرنے والا یہی کہہ سکتا ہے کہ میں نے آپ ﷺ جیسا پہلے دیکھا نہ بعد میں۔''(ترمذی۔بیہقی۔سیوطی۔ابن جوزی۔ابن سعد۔ابن ہشام)

حُسن مصطفی ﷺ کا دلنشیں تذکرہ ایک اور مقام پر ایک بدوی عورت حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔تاجدار کائنات ﷺ نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرماتے ہوئے ایک ایسے مقام پر قیام فرمایا جہاں ایک پختہ عمر عورت کا خیمہ تھا۔وہ اکثر مسافروں کی میزبانی کے فرائض بھی سر انجام دیا کرتی تھی۔جس روز حضور ﷺ کا گزر وہاں سے ہوا'اس کا شوہر ریوڑ چرانے کے لیے باہر گیا ہوا تھا'گھر میں صرف ایک لاغر بکری تھی جو ریوڑ کے ساتھ جانے سے قاصر تھی۔تاجدار کائنات ﷺ نے معجزتاً اس بکری کا دودھ دوہنا شروع کیا۔آپ ﷺ کے ہاتھوں کے لمس سے اُس بکری کے خشک تھنوں میں اتنا دودھ بھر آیا کہ وہاں موجود تمام لوگ سیر ہو گئے مگر دودھ تھا کہ ختم ہونے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔اُم معبد کا شوہر بکریاں چرانے کے بعد واپس آیا تو گھر میں دودھ سے لبالب برتن دیکھ کر دنگ رہ گیا۔اس موقع پر اُم معبد نے تاجدار کائنات ﷺ کے حُسن جمال کا جو تذکرہ فرمایا ہے'وہ بیان میں اپنی مثال آپ ہے۔

''میں نے ایک ایسا شخص دیکھا جس کا حُسن نمایاں اور چہرہ نہایت ہشاش بشاش (اور خوبصورت) تھا اور اخلاق اچھے تھے۔نہ رنگ کی زیادہ سفیدی اُنہیں معیوب بنا رہی تھی اور نہ گردن اور سر کا پتلا ہونا اُن میں نقص پیدا کر رہا تھا۔بہت خوبرو اور حسین تھے۔آنکھیں سیاہ اور بڑی بڑی تھیں اور پلکیں لمبی تھیں۔اُن کی آواز گونج دار تھی۔سیاہ چشم وسرگیں'دونوں ابرو باریک اور ملے ہوئے تھے۔بالوں کی سیاہی خوب تیز تھی۔گردن چمکدار اور ریش مبارک گھنی تھی۔جب وہ خاموش ہوتے تو پُروقار ہوتے اور جب گفتگو فرماتے تو چہرہ اقدس پُر نور اور بارونق ہوتا۔گفتگو گویا موتیوں کی لڑی'جس سے موتی جھڑ رہے ہوتے۔گفتگو واضح ہوتی'نہ بے فائدہ ہوتی نہ بے ہودہ۔دور سے دیکھنے پر سب سے زیادہ بارعب اور جمیل نظر آتے اور قریب سے دیکھیں تو سب سے زیادہ خوبرو'حسین دکھائی دیتے۔قد درمیانہ تھا'نہ اتنا طویل کہ آنکھوں کو برا لگے اور نہ اتنا پست کہ آنکھیں معیوب جانیں۔آپ ﷺ دو شاخوں کے درمیان ایک شاخ تھے جو خوب سرسبز و شاداب اور قد آور ہو۔ان کے ساتھی ان کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے'جب آپ ﷺ کچھ فرماتے تو وہ ہمہ تن گوش ہو کر غور سے سنتے اور اگر آپ ﷺ حکم دیتے تو وہ فوراً اسے بجا لاتے۔سب آپ ﷺ کے خادم تھے اور آپ ﷺ نہ ترش رو تھے اور نہ ہی آپ ﷺ کے فرمان کی مخالفت کی جاتی۔''(ابنِ سعد۔حاکم المستدرک۔طبرانی۔سیوطی۔شیبانی۔ابن حنان۔ابن جوزی)

❖ نبی بے مثال ﷺ کے حُسن و جمال کا ذکر جمیل حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی شخص محبوب نہ تھا اور نہ ہی میری نگاہوں میں کوئی آپ ﷺ سے حُسین تر تھا' میں حضور رحمت عالم ﷺ کے مقدس چہرہ کو اُس کے جلال و جمال کی وجہ سے جی بھر کر دیکھنے کی تاب نہ رکھتا تھا۔ اگر کوئی مجھے آپ ﷺ کے محامد و محاسن بیان کرنے کے لیے کہتا تو میں کیونکر ایسا کر سکتا تھا کیونکہ (حضور رحمت عالم ﷺ کے حُسن جہاں آرا کی چمک دمک کی وجہ سے) آپ ﷺ کو آنکھ بھر کر دیکھنا میرے لیے ممکن نہ تھا۔ (مسلم۔ ابن سعد' الشفاء)

اب یہ حقیقت واضح ہو چکی تو آؤ اُس حُسنِ سراپا کی بات کریں جس سے مردہ قلوب کو حیات' پژمردہ روحوں کو تازگی و شگفتگی اور بے سکون قلوب کو سکون کی نعمت میسر آتی ہے۔

چہرہ انور

❖ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کا چہرہ انور چودھویں کے چاند کے حلقہ اور دائرہ کی مانند تھا۔ (ابنِ جوزی۔ الوفا)

❖ حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ سرورِ عالم عظیم اور بزرگ تھے۔ خداداد رعب اور جلال کے مالک۔ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک ایسے چمکتا تھا جیسے کہ چودھویں رات کا چاند۔ (الوفا۔ ابن جوزی)

❖ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ حبیب اکرم ﷺ کے چہرہ انور میں تدویر اور گولائی تھی۔ (چودھویں کے چاند کی طرح)۔ (الوفا)

❖ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''ایک رات چاند (چودھویں کا) پورے اپنے جوبن پر تھا حضور اکرم ﷺ نے سرخ دھاری دار لباس زیب تن کیا ہوا تھا۔ اس رات کبھی میں حضور اکرم ﷺ کے چہرہ مبارک پر نظر ڈالتا اور کبھی چاند پر پس میرے نزدیک محبوبِ خدا ﷺ چاند سے زیادہ حُسین لگ رہے تھے۔ (الوفا۔ ترمذی۔ بیہقی)

❖ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے کسی شخص کو جو سرخ دھاریدار کرتہ زیب تن کیے ہوئے ہو اور تازہ کنگھی کیے ہوئے ہو۔ نبی اکرم ﷺ سے زیادہ حُسین نہیں دیکھا۔ (مسلم۔ بخاری)

❖ حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے دریافت فرمایا ''کیا حضور ﷺ کا چہرہ مبارک تلوار کی مانند تھا؟'' انہوں نے جواب دیا ''نہیں بلکہ چاند کی طرح (روشن اور چمکدار) تھا۔'' یہی سوال حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ''نہیں بلکہ حضور ﷺ کا چہرہ مبارک سورج اور چاند کی طرح (روشن) تھا اور گولائی لیے ہوئے تھا۔ (مسلم۔ مسند احمد۔ بیہقی۔ طبرانی)

❖ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''جس نے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ثناء کی اس نے چہرہ انور کو چودھویں رات کے چاند سے تشبیہہ دی اور آپ ﷺ کے چہرہ انور پر پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح چمکتے تھے۔ (قسطلانی۔ بیہقی)

❖ حضورِ اکرم ﷺ کے چہرہ اقدس کو چاند سے تشبیہہ دینے کے حوالے سے ابنِ دحیہ فرماتے ہیں: ''چونکہ چاند اپنے دیکھنے والے کو مانوس کرتا ہے' چاند سے روشنی کا حصول گرمی کے بغیر ہوتا ہے اور اس پر نظر جمانا بھی ممکن ہوتا ہے بخلاف سورج کے کہ اس کی طرف دیکھنے سے آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اور کسی چیز کو دیکھنے سے عاجز آ جاتی ہیں۔ (بخاری۔ المداہب اللدینہ)

❖ تفسیرِ نعیمی میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر کرتے ہوئے مولانا احمد یار نعیمی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا چہرہ مبارک اسم ذات تھا'' اس کو ''مدارج النبوۃ'' میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمایا ہے ''حضور اکرم ﷺ کا چہرہ انور ربّ ذوالجلال کے جمال کا آئینہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلّیات کا اس قدر مظہر ہے کہ اس کی کوئی حد نہیں۔

❖ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کلید التوحید کلاں میں فرماتے ہیں ''حضورِ اکرم ﷺ کے چہرہ انور کی زیارت سے تمام مرادیں پوری ہو جاتی ہیں اور حضوری غرق فنافی اللہ بھی نصیب ہو جاتی ہے۔

نور الہدیٰ کلاں میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جس کو چہرہ مصطفیٰ ﷺ کی زیارت نصیب ہو جائے وہ عالم و عارف و صاحب قرب الہ ہو جاتا ہے۔

سَرِ اقدس

❖ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''رسول اکرم ﷺ کا سر اقدس موزونیت کے ساتھ بڑا تھا۔ (ترمذی۔ مسند احمد۔ بخاری۔ طبرانی۔ بیہقی)

❖ حضرت امام حسن علیہ السلام نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ سے روایت کیا ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ کا سر مبارک اعتدال کے ساتھ بڑا تھا۔ (ترمذی۔ سیوطی۔ بیہقی۔ ابن حبان۔ مسند احمد)

سر کا غیر معمولی چھوٹا یا بڑا ہونا انسانی شخصیت کے ظاہری حُسن کو عیب دار بناتا ہے جبکہ اعتدال اور موزونیت کے ساتھ سر کا بڑا ہونا، وقار و رعنائی، عقل و دانش فہم و بصیرت کی علامت، دماغی قویٰ کے کامل ہونے اور قابلِ ستائش ہوتا ہے اور معرفت اور کمالات کے لیے معین و مددگار بھی ہوتا ہے۔

موئے مبارک

حضور نبی اکرم ﷺ کے سرِ انور پر مبارک بال نہایت حُسین اور جاذب نظر تھے جیسے ریشم کے سیاہ گچھے نہ بالکل سیدھے اور نہ پوری طرح گھنگھریالے بلکہ نیم خمدار جیسے ہلالِ عید اور ان میں بھی اعتدال' توازن اور تناسب کا حسین امتزاج تھا۔

❖ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: حضور اکرم ﷺ کے موئے مبارک نہایت حُسین و جمیل تھے۔ (بیہقی۔ ترمذی۔ ابنِ عساکر)

❖ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ کے بال مبارک درمیانے گھنگریالے تھے جب ان میں کنگھی کی جاتی تو الگ الگ ہو جاتے اور کنڈل سیدھے ہو جاتے اور کندھوں تک یا ان کے قریب جا پہنچتے اور اگر کنگھی نہ کی جاتی تو اکھٹے ہو جاتے اور حلقہ دار۔ پھر کانوں سے نیچے نہیں جاتے تھے۔ (الوفا۔ ابنِ جوزی)

❖ حضرت انس بن مالک ؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی زلفیں نہ تو مکمل طور پر خمدار تھیں اور نہ بالکل سیدھی۔ اکڑی ہوئی بلکہ درمیانہ نوعیت کی تھیں۔ (بخاری۔مسلم۔بیہقی)

❖ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے بال جمہ اور فرہ کے درمیان تھے۔ یعنی کانوں اور کندھوں کے درمیان۔

موئے مبارک کے بارے میں روایت کے مختلف ہونے کی وجوہات ذیل میں درج کی جارہی ہیں اور پھر جس کو محبوب کی جو بھی ادا پسند آگئی وہ ہی اُسے بھاگئی وہی ادا اُسے تمام اداؤں سے زیادہ محبوب لگی اور اس نے اُسے ہی بیان کر دیا۔

جب آپ ﷺ کی معنبر زلفیں قدرے بڑھ جاتیں اور کانوں کی لوؤں سے تجاوز کرنے لگتیں تو صحابہ کرام ؓ آپ ﷺ کو 'ذی وفرۃ (لٹکتی ہوئی زلفوں والا)'' کہنے لگتے۔ سیّدنا فاروق اعظم ؓ نے آپ ﷺ کے حلیہ مبارک کا حسین تذکرہ کرتے ہوئے آپ کی زلف مشکبار کا تذکرہ یوں کیا:

☆ کان نبی اللّٰہ ﷺ ذو وفرۃ. (ابن عساکر)

حضور نبی اکرم ﷺ لٹکتی ہوئی زلفوں والے تھے۔

اگر شبانہ روز مصروفیات کے باعث بال مبارک نہ ترشوانے کی وجہ سے آپ ﷺ کی زلفیں بڑھ کر مبارک شانوں کو چھونے لگتیں تو صحابہ کرام ؓ فرط محبت سے آپ ﷺ کو 'ذی جمۃ (کاندھوں سے چھوتی ہوئی زلفوں والا)'' کہہ کر پکارتے۔

❖ حضرت براء بن عاذب ؓ روایت کرتے ہیں:

کان رسول اللّٰہ ﷺ مربوعاً بعید ما بین المنکبین' وکانت جمتہ تضرب شحمۃ أذنیہ. (ترمذی۔عسقلانی)

''حضور ﷺ میانہ قد تھے۔ آپ ﷺ کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان فاصلہ تھا۔ آپ ﷺ کی زلفیں آپ ﷺ کے مبارک کانوں کی لو کو چھوتی تھیں۔''

حضرت براء ؓ ہی سے مروی ہے:

ان رسول اللّٰہ ﷺ کان یضرب شعرہ منکبیہ. (مسلم۔بخاری۔ابوداؤد۔نسائی۔بیہقی۔ترمذی)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زلفیں کاندھوں کو چوم رہی ہوتی تھیں۔

❖ آپ ﷺ کے آرائش گیسو کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ بال مبارک بغیر مانگ نکالے پیچھے ہٹا دیتے تھے جیسے کہ اہل کتاب کرتے ہیں بعد ازاں آپ ﷺ نے مانگ نکالی جس طرح اہلِ عرب مانگ نکالا کرتے تھے۔ (ابن جوزی۔ابن حبان۔خطیب بغدادی)

❖ حضرت انس بن مالک ؓ سے مروی ہے سرورِ عالم ﷺ نے کچھ عرصہ بغیر مانگ نکالے بال پیچھے کی طرف سنوارے اور اس کے بعد مانگ نکالی۔ (الوفا)

❖ حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو آپ ﷺ کے بال مبارک چار حصوں میں تقسیم کر کے گندھے ہوئے تھے انہی سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو میں نے آپ ﷺ کی چار مینڈھیاں دیکھیں۔ (الوفا۔ابن جوزی)

❖ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب آپ ﷺ موئے مبارک کو کنگھی فرماتے تو یوں معلوم ہوتا جیسے ریت میں اُگے ہوئے کانٹے۔ (یعنی بالکل سیدھے)

جبینِ پُرنور

تاجدارِ کائنات حضور نبی اکرم ﷺ کی مبارک پیشانی کشادہ اور فراخ تھی اور ہر لحہ اس سے نورِ ربّانی کی کرنیں چمکتیں۔

❖ حضرت امام حسن ؓ حضرت ہند بن ابی ہالہ ؓ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی پیشانی کشادہ تھی۔ (الوفا۔ترمذی۔طبرانی۔بیہقی۔سیوطی)

❖ حضرت سعید بن میسب ؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ جب حضور اکرم ﷺ کا ذکر فرماتے تو کہتے ''کہ حضور اکرم ﷺ کی جبین اقدس کشادہ تھی۔'' (الوفا)

❖ حافظ ابن ابی خیثمہ بیان کرتے ہیں: ''حضور نبی اکرم ﷺ کی مبارک پیشانی روشن تھی۔ جب موئے مبارک سے پیشانی ظاہر ہوتی' یا دن کے وقت ظاہر ہوتی' یا رات کے وقت دکھائی دیتی یا آپ ﷺ لوگوں کے سامنے تشریف لاتے تو اُس وقت جبینِ انور یوں نظر آتی جیسے روشن چراغ ہو جو چمک رہا ہو۔ یہ حسین اور دلکش منظر دیکھ کر لوگ بے ساختہ پکار اُٹھتے کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔'' (ابن عساکر)

❖ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک دن چرخہ کات رہی تھیں اور آقائے دو جہاں ﷺ اپنے پاپوش مبارک کو پیوند لگا رہے تھے۔ اس حُسین منظر کے حوالے سے آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''پس آپ ﷺ کی مبارک پیشانی پر پسینہ آیا' اُس پسینہ کے قطروں سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں' میں اُس حُسین منظر کو دیکھ مبہوت ہوگئی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: عائشہ! تجھے کیا ہوگیا؟ میں نے عرض کیا کہ آپ کی پیشانی پر پسینے کے قطرے ہیں جن سے نور پھوٹ رہا ہے۔ اگر ابو کبیر ھذلی آپ ﷺ کی اس کیفیت کا مشاہدہ کر لیتا تو وہ جان لیتا کہ اس کے شعر کا مصداق آپ ﷺ ہی ہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گفتگو سنی تو ازرہ استفسار فرمایا کہ ابو کبیر ھذلی نے کون سا شعر کہا ہے؟ اس پر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ شعر پڑھا:

فإذا نظرتُ إلی أسرۃ وجھہ
برقت کبرق العارض المتھلل

(جب میں نے اُس کے رخِ روشن کو دیکھا تو اُس کے رخساروں کی روشنی یوں چمکی جیسے برستے بادل میں بجلی کوند جائے۔ (ابن عساکر۔السیرۃ النبویہ)

شاعرِ رسول حضرت حسان بن ثابت ؓ نے آپ ﷺ کی روشن پیشانی کا لفظی مرقع اپنے ایک شعر میں یوں پیش کیا ہے:

متی یبد فی الداجی البھیم جبینہ
یلح مثل مصباح الدجی المتوقد

(رات کی تاریکی میں حضور ﷺ کی جبینِ اقدس اس طرح چمکتی دکھائی دیتی ہے جیسے سیاہ اندھیرے میں روشن چراغ)۔

ابرو مبارک

حضور تاجدارِ کائنات ﷺ کے ابرو مبارک گہرے سیاہ' گنجان اور کمان کی طرح خمیدہ و باریک تھے۔ دونوں ابروؤں کے درمیان ایک رگ چھپی رہتی لیکن جب کبھی آپ ﷺ غصہ اور جلال کی کیفیت میں ہوتے تو وہ رگ اُبھر کر نمایاں ہوجاتی جسے دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جان لیتے کہ آقائے دو جہاں ﷺ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آنے کی وجہ سے کبیدہ خاطر ہیں۔

❖ حضرت امام حسن حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں۔ ''رسول اکرم کے ابرو مبارک (کمان کی طرح) خمدار' باریک اور گنجان تھے۔ ابرو مبارک جدا جدا تھے اور دونوں ابروؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو حالتِ غصہ میں ابھر آتی۔'' (ترمذی۔ بیہقی۔ سیوطی۔ ابنِ جوزی)

حضور ﷺ کے دونوں ابروؤں کے درمیان فاصلہ بہت کم تھا' اس کا اندازہ روئے منور کو بغور دیکھنے سے ہی ہوتا تھا ورنہ عام حالت میں یوں لگتا تھا کہ اُن کے درمیان سرے سے کوئی فاصلہ ہی نہیں۔ جیسا کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسولِ اکرم کے ابرو مقدس آپس میں متصل تھے۔ (ابن عساکر' حاکم' ابن سعد)

بادیٔ النظر میں مذکورہ بالا دونوں روایتوں میں فرق محسوس ہوتا ہے۔ پہلی روایت ہے کہ ابرو مبارک ملے ہوئے نہ تھے جبکہ دوسری روایت میں یہ مذکور ہے کہ ابرو مبارک ملے ہوئے تھے۔ آئمہ نے ان دونوں روایات کے درمیان تطبیق یوں کی ہے: ''دونوں ابروؤں کے درمیان اتنا کم فاصلہ تھا جو صرف بغور دیکھنے سے محسوس ہوتا تھا۔'' (السیرۃ الحلبیہ)

چشمانِ مبارک

آپ ﷺ کی مبارک آنکھیں پُرکشش جاذبِ نظر اور حُسن و زیبائی کا بے مثال مرقع تھیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ آقائے دو جہاں ﷺ کی مبارک آنکھیں خوب سیاہ' کشادہ' خوبصورت اور پرکشش تھیں۔

❖ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''رسول اکرم ﷺ کی آنکھیں کشادہ اور سیاہ تھیں۔'' (بیہقی۔ ابنِ سعد)

❖ حضور نبی اکرم ﷺ کی چشمانِ مقدسہ کی پلکیں گہری سیاہ' دراز اور گھنی تھیں۔

❖ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''آپ ﷺ کی چشمانِ مقدسہ کی پلکیں نہایت دراز تھیں۔ (ابنِ سعد۔ طبقات)

قافلہ ہجرت اُم معبد رضی اللہ عنہا کے پڑاؤ پر پہنچا تو وہ حُسنِ مصطفیٰ ﷺ کو دیکھ کر تصویرِ حیرت بن گئیں' حُسنِ مصطفیٰ ﷺ کی منظر کشی کرتے ہوئے وہ فرماتی ہیں: ''حضور ﷺ کی پلکیں دراز ہیں۔''

آپ ﷺ کی آنکھوں کے اندر پتلی مبارک نہایت سیاہ تھی' اُن میں کسی اور رنگ کی جھلک نہ تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

❖ ''رسول اکرم ﷺ کی چشمانِ مقدسہ کی پتلی نہایت ہی سیاہ تھی۔''

پتلی کے علاوہ آنکھوں کا بقیہ حصہ سفید تھا مگر اُس میں سرخی ہم آمیز یعنی گھلی ہوئی نظر آتی تھی' یوں لگتا تھا کہ اس میں ہلکا سا سرخ رنگ کسی نے گھول کر ملا دیا ہے اور دیکھنے والے کو وہ سرخ ڈورے دکھائی دیتے تھے۔ (سیوطی۔ ابنِ کثیر)

❖ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ''حضور ﷺ کی چشمانِ مقدسہ کے سفید حصے میں سرخ رنگ کے ڈورے دکھائی دیتے تھے۔'' (ترمذی۔ مسلم)

آقائے دو جہاں ﷺ کی آنکھیں قدرتی طور پر سرگیں تھیں اور جو ان چشمانِ مقدسہ کو دیکھتا وہ یہ سمجھتا کہ آپ ﷺ ابھی ابھی سرمے کی سلائی ڈال کر آئے ہیں۔

❖ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''میں جب بھی آقا ﷺ کی چشمانِ مقدسہ کا نظارہ کرتا تو اُن میں سرمہ لگا ہونے کا گمان ہوتا حالانکہ حضور ﷺ نے اس وقت سرمہ نہ لگایا ہوتا۔'' (ترمذی۔ مسند احمد)

حضور نبی اکرم ﷺ کی خوبصورت آنکھیں بڑی حیادار تھیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم نے کبھی بھی حضور ﷺ کو کسی کی طرف آنکھ بھر کر تکتے ہوئے نہ دیکھا بلکہ آپ ﷺ کی مبارک آنکھیں غایت درجہ شرم و حیاء کی وجہ سے زمین کی طرف جھکی رہتی تھیں۔ حضور ﷺ کو اکثر گوشۂ چشم سے دیکھنے کی عادت تھی' جب کبھی کسی طرف دیکھتے تو تھوڑی اوپر آنکھ اٹھاتے اور اسی سے دیکھ لیتے۔ آپ ﷺ کی اس ادائے محبوبانہ کا ذکر روایات میں یوں مذکور ہے: ''آپ ﷺ کی نظر پاک اکثر جھکی رہتی اور آسمان کی نسبت زمین کی طرف زیادہ رہتی۔'' (ترمذی۔ سیوطی)

گوشۂ چشم سے دیکھنے کو اہلِ طریقت خوب سمجھتے ہیں جبکہ جھکی ہوئی نظریں بغایت درجہ شرم و حیاء پر دلالت کرتی ہیں۔ آپ ﷺ سے بڑھ کر کون عفت مآب اور حیادار ہوسکتا ہے۔

ناک مبارک

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بینی مبارک زیادہ بلند نہ تھی لیکن دیکھنے والوں کو اعتدال اور تناسب کے ساتھ قدرے اُونچی دکھائی دیتی تھی۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ مائل بہ بلندی تھی۔ وہ درمیان میں قدرے بلند اور باریک تھی' موٹی اور بھدی نہ تھی' طوالت میں اعتدال پسندی کی مثال تھی' موزونیت اور تناسب کے سانچے میں ڈھلی ہوئی صناعِ ازل کا شاہکار دکھائی دیتی تھی۔

❖ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''رسول اللہ ﷺ کی بینی مبارک حُسن اور تناسب کے ساتھ باریک تھی۔'' (سیوطی)

حضور نبی اکرم ﷺ کی ناک مبارک کو اللہ تعالیٰ نے ایسی چمک دمک اور آب و تاب سے نوازا تھا کہ اُس سے ہر وقت نور پھوٹتا تھا۔ اُسی چمک کا نتیجہ تھا کہ ناک

مبارک بلند دکھائی دیتی تھی لیکن جو شخص غور سے دیکھتا تو وہ کہتا کہ مائل بہ بلندی ہے۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''حضور ﷺ کی ناک مبارک اونچی تھی جس سے نور کی شعاعیں پھوٹتی رہتی تھیں، جو شخص بینی مبارک کو غور سے نہ دیکھتا وہ حضور ﷺ کو بلند بینی والا خیال کرتا (حالانکہ ایسا نہیں تھا)۔'' (ترمذی۔ بیہقی۔ سیوطی۔ ابن کثیر)

رخسارِ مبارک

حضور نبی اکرم ﷺ کے مبارک رخسار نہ زیادہ اُبھرے ہوئے تھے اور نہ اندر کی طرف دھنسے ہوئے، بلکہ اعتدال و توازن کا دلکش نمونہ تھے۔ سرخی مائل سفید۔ رخسار مبارک دیکھنے میں ہموار نظر آتے تھے مگر غیر موزوں ارتفاع کا کہیں نشان تک نہ تھا۔

❖ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''حضور ﷺ کے رخسار مبارک ہموار تھے۔'' (ترمذی۔ سیوطی۔ بیہقی۔ طبری)

❖ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ''حضور ﷺ کے رخسار مبارک نہایت ہی چمکدار تھے۔''

❖ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''حضور ﷺ کے رخسار مبارک نہایت سفید رنگ کے تھے۔''

لبِ اقدس

حضور نبی اکرم ﷺ کے لب مبارک سرخی مائل تھے، لطافت ونزاکت اور رعنائی و دلکشی میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ ﷺ کے مقدس لب کی لطافت و شگفتگی کے حوالے سے روایت ہے: ''آپ ﷺ کے مقدس لب اللہ کے تمام بندوں سے بڑھ کر خوبصورت تھے اور بوقت سکوت نہایت ہی شگفتہ ولطیف محسوس ہوتے۔''

دہن مبارک

حضور ﷺ کا دہن مبارک فراخ، موزوں اور اعتدال کے ساتھ بڑا تھا۔

❖ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''رسول اللہ ﷺ کا دہن مبارک فراخ (مگر انتہائی مناسب انداز

رفعتِ وَرَفَعنَا لَکَ ذِکرَک

علامہ اقبالؒ

ہو نہ یہ پھول، تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمنِ دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو، خم بھی نہ ہو
بزمِ توحید بھی دنیا میں نہ ہو، تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے
دشت میں، دامنِ کہسار میں، میدان میں ہے
بحر میں، موج کی آغوش میں، طوفان میں ہے
چین کے شہر، مراکش کے بیابان میں ہے
اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے
چشمِ اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعتِ شانِ ''رَفَعنَا لَکَ ذِکرَک'' دیکھے

میں) تھا۔'' (ترمذی۔ مسند احمد)

دندانِ اقدس

رحمتِ عالم ﷺ کے دندان مبارک باریک اور چمکدار تھے، سامنے کے دندان مبارک کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ تھا۔ تبسم فرماتے تو یوں لگتا کہ دندان مبارک سے نور کی شعاعیں نکل رہی ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ جب آپ مسکراتے تو دانتوں کی باریک ریخوں سے اس طرح نور کی شعاعیں نکلتیں کہ در و دیوار چمک اُٹھتے۔

❖ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ''حضور نبی اکرم ﷺ کے سامنے کے دانتوں کے درمیان موزوں کشادگی اور فاصلہ تھا۔ (بیہقی)

''جب حضور ﷺ تبسم فرماتے تو دندان مبارک بجلی اور بارش کے اولوں کی طرح چمکتے، جب گفتگو فرماتے تو ایسے دکھائی دیتا جیسے دندان مبارک سے نور نکل رہا ہے۔ (بیہقی)

❖ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ نے دندان مبارک کی خوبصورتی اور چمک کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے: ''حضور ﷺ کے دانت تبسم کی حالت میں اولوں کے دانوں کی طرح محسوس ہوتے تھے۔'' (ابن جوزی۔ ابن کثیر)

❖ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''حضور نبی اکرم ﷺ کے دانت مبارک بہت چمکدار تھے۔ (نبہانی)

حضور نبی اکرم ﷺ کے دندان مبارک کا مسوڑھوں میں جڑاؤ اور جماؤ نہایت حسین تھا، جیسے انگوٹھی میں کوئی ہیرا ایک خاص تناسب کے ساتھ جڑ دیا گیا ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''رسول اکرم ﷺ کے تمام دانت مبارک نہایت خوبصورت تھے۔ (بخاری۔ سیوطی)

آوازِ مبارک

حضور رحمتِ عالم ﷺ کی آواز مبارک انتہائی دل آویز اور حلاوت کی چاشنی لیے ہوئے حُسنِ صوت کا کامل نمونہ تھی۔ لہجہ انتہائی دلکش، باوقار اور بارعب تھا۔ آپ ﷺ ٹھہر ٹھہر کر یوں گفتگو فرماتے کہ بات دل میں اتر جاتی اور مخاطب دوبارہ سننے کی خواہش کرتا۔

سفرِ ہجرت میں حضور ﷺ نے ام معبد رضی اللہ عنہا کے ہاں قیام فرمایا۔ آپ ﷺ کی آواز کے بارے میں اُم معبد رضی اللہ عنہا کا کہنا ہے:

''آپ ﷺ کی آواز میں دبدبہ تھا۔''

حضور ﷺ کی آواز نغمگی اور حُسنِ صوت سے کمال درجہ مزین تھی۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''حضور ﷺ کا لب ولہجہ نہایت حسین تھا۔'' (زرقانی۔ شرح المواہب)

مبداء فیض نے حضور سید المرسلین ﷺ کو اس منفرد وصفِ جمیل سے نواز رکھا تھا کہ آپ ﷺ کی آواز دور دور تک پہنچ جاتی۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حضور رحمتِ عالم ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا تو پردہ نشین خواتین کو بھی آپ ﷺ نے پردوں کے اندر (یہ خطبہ) سنایا۔'' (طبرانی)

❖ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما ہوئے اور لوگوں سے بیٹھنے کو کہا: ''اس وقت حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ محلّہ بنی غنم میں تھے، انہوں نے آپ ﷺ کی آواز مبارک سنی اور وہیں بیٹھ گئے۔ (سیوطی)

خطبۂ حجۃ الوداع کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی

تعداد سوا لاکھ کے قریب تھی' اس اجتماعِ عظیم سے آپ ﷺ نے خطاب فرمایا تو اجتماع میں شریک ہر شخص نے خطبہ سنا۔

❖ حضرت عبدالرحمٰن بن معاذ تیمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ہم اپنی اپنی جگہ پر حضور ﷺ کا خطبہ سن رہے تھے جس میں حضور ﷺ لوگوں کو مناسکِ حج کی تعلیم دے رہے تھے۔'' (ابوداؤد۔ نسائی۔ بیہقی)

ریش مبارک

حضور رحمت عالم ﷺ کی ریش مبارک گھنی اور گنجان ہوتے ہوئے بھی باریک اور خوبصورت تھی' ایسی بھری ہوئی نہ تھی کہ پورے چہرے کو ڈھانپ لے اور نیچے گردن تک چلی جائے۔ بالوں کا رنگ سیاہ تھا' سرخ و سفید چہرے کی خوبصورتی میں ریش مبارک مزید اضافہ کرتی۔ عمر مبارک کے آخری حصہ میں کل سترہ یا بیس سفید بال ریش مبارک میں آ گئے تھے لیکن یہ سفید بال عموماً سیاہ بالوں کے ہالے میں چھپے رہتے تھے۔ آپ ﷺ ریش مبارک کے بالوں کو طول وعرض سے برابر کٹوا دیا کرتے تھے تاکہ بالوں کی بے ترتیبی سے شخصی وقار اور مردانہ وجاہت پر حرف نہ آئے۔

❖ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''حضور ﷺ اعتدال کے ساتھ بڑے سر اور بڑی داڑھی والے تھے۔ (مسند احمد' بیہقی۔ حاکم المستدرک۔ طبری)

❖ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''حضور ﷺ کی ریش مبارک سیاہ رنگ کی تھی۔'' (بیہقی۔ ابن سعد۔ سیوطی)

❖ حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا جنہیں سفرِ ہجرت میں والیٔ کونین ﷺ کی میزبانی کا شرف لازوال حاصل ہوا' اپنے تاثرات ان الفاظ میں بیان کرتی ہیں: ''رسول اکرم ﷺ کی ریش اقدس گھنی تھی۔'' (ابن جوزی۔ ابن عساکر۔ سیوطی)

❖ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ہند ابی ہالہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''حضور ﷺ کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔'' (نسائی۔ ترمذی۔ مسند احمد)

نعت شریف

ہدایت کے گوشے طریقت کے گوشے
نظر آئے طیبہ میں جنت کے گوشے

پڑھے جاؤ نعتیں بہار آ رہی ہے
کھلے ذکرِ آقاؐ سے نکہت کے گوشے

وہی کام آئیں گے روزِ قیامت
چھپے ہیں جو سینوں میں الفت کے گوشے

ثنائے محمدؐ ثنائے خدا ہے
بتاتے ہیں یہ اُن کی مِدحت کے گوشے

وطن افتخار آپ کو چھوڑنا ہے
پیمبر کی سنت ہے، ہجرت کے گوشے

سیّد افتخار امام

❖ حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی تعریف میں یوں گویا ہوئے: (حضور نبی اکرم ﷺ کی) ریش مبارک سیاہ' بال مبارک خوبصورت' (اور ریش مبارک) دونوں طرف سے برابر تھی۔ (ابنِ عساکر' ہیثمی)

❖ عمر مبارک میں اضافے کے ساتھ ریش مبارک کے بالوں میں کچھ سفیدی آ گئی تھی۔ حضرت وہب بن ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

❖ میں نے حضور ﷺ کی زیارت کی اور میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے لب اقدس کے نیچے کچھ بال سفید تھے۔ (بخاری۔ مسند احمد)

❖ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے آقا ﷺ کی ہر ادا پر قربان ہو جاتے تھے' حیاتِ مقدسہ کی ایک ایک ادا اور حُسن و جمال کے ایک ایک حصہ کا ریکارڈ رکھا جا رہا تھا۔

❖ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: حضور ﷺ کی ریش مبارک اور سر مبارک میں سفید بالوں کی تعداد بیس سے زائد نہ تھی۔ (بخاری۔ ترمذی۔ مسند احمد۔ موطا امام مالک)

حضور نبی اکرم ﷺ کی ریش مبارک میں لب اقدس کے نیچے اور گوش مبارک کے ساتھ گنتی کے چند بال سفید تھے۔ جنہیں خضاب لگانے کی کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ آقائے دو جہاں ﷺ نے خضاب وغیرہ استعمال نہیں کیا۔ اس حوالہ سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''حضور ﷺ نے کبھی خضاب نہیں لگایا' کیونکہ آپ ﷺ کے نچلے ہونٹ کے نیچے کنپٹیوں اور سر مبارک میں چند بال سفید تھے۔'' (مسلم' بیہقی)

ریش اقدس طویل تھی نہ چھوٹی' بلکہ اعتدال' توازن اور تناسب کا انتہائی دلکش نمونہ اور موزونیت لیے ہوئی تھی۔

''حضور ﷺ ریش مبارک کے طول وعرض کو برابر طور پر تراشا کرتے تھے۔'' (ترمذی۔ سیوطی۔ عسقلانی۔ زرقانی)

کان مبارک

حضور اکرم ﷺ کے کان مبارک خوبصورتی اور دلکشی میں بے مثال اور اعتدال اور توازن کا امتزاج تھے۔

❖ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''آپ ﷺ کی سیاہ زلفوں کے درمیان دو سفید کان یوں لگتا جیسے تاریکی میں دو چمکدار ستارے چمک رہے ہوں۔'' (ابنِ عساکر۔ ابن کثیر)

گردن اقدس

حضور ﷺ کی گردن دستِ قدرت کا تراشا ہوا حسین شاہکار تھی' چاندی کی طرح صاف وشفاف' پتلی اور قدرے لمبی تھی۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی مبارک گردن اس طرح تھی جیسے کوئی مورت یا مورتی چاندی سے تراشی گئی ہو۔

حضور ﷺ کی گردن مبارک کسی مورتی کی طرح تراشی ہوئی اور چاندی کی طرح صاف تھی۔'' (مسند احمد۔ طبرانی)

❖ حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: ''رسول اکرم ﷺ کی گردن اقدس قدرے لمبی تھی۔''

❖ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے: ''اور اللہ کے بندوں میں سے آپ ﷺ کی گردن سب سے بڑھ کر حسین و جمیل تھی' نہ زیادہ طویل اور نہ زیادہ چھوٹی۔'' (بیہقی)

رسول اللہ ﷺ کی گردن مبارک سونے اور چاندی کے رنگوں کا حسین امتزاج معلوم ہوتی تھی۔ گردن اقدس کو چاندی کی صراحی سے بھی تشبیہ دی گئی۔

❖ حضرت حافظ ابوبکر بن ابی خیثمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
حضور ﷺ کی گردن مبارک تمام لوگوں سے بڑھ کر خوبصورت تھی۔ دھوپ یا ہوا میں گردن کا نظر آنے والا حصہ چاندی کی صراحی کے مانند تھا' جس میں سونے کا رنگ اس طرح بھرا گیا ہو کہ چاندی کی سفیدی اور سونے کی سرخی کی جھلک نظر آتی ہو اور گردن کا جو حصہ کپڑوں میں چھپ جاتا وہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن اور منور ہوتا۔" (بیہقی۔ ابنِ کثیر۔ سیوطی)

دوشِ مبارک

حضور نبی اکرم ﷺ کے مبارک کندھے مضبوط اور قدرے فربہی لیے ہوئے تھے' بالکل پتلے شانے نہ تھے بلکہ خاص گولائی میں تھے۔ دونوں شانوں کی ہڈیوں کے درمیان مناسب فاصلہ تھا' جس نے سینۂ اقدس کو فراخ اور دراز کر دیا تھا۔

❖ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے مضبوط کندھوں کے بارے میں فرماتے ہیں: "حضور ﷺ کے کندھوں کے جوڑ توانا اور بڑے تھے۔" (بیہقی۔ سیوطی۔ ابن کثیر)

❖ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات کوئی دیہاتی آ کر حضور ﷺ کی قمیض کھینچ لیتا تو: "دوشِ اقدس سفیدی اور چمک کے باعث یوں نظر آتے جیسے ہم چاند کا ٹکڑا ملاحظہ کر رہے ہوں۔"

کتب سیر و احادیث میں جلیل القدر صحابہ کرام حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت ہند بن ابی ہالہ اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کے مبارک کندھوں کے فاصلے کے حوالے سے یہ روایت ملتی ہے:

"حضور نبی اکرم ﷺ میانہ قد کے تھے' دونوں کاندھوں کے درمیان فاصلہ تھا۔"

❖ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ کی اس صفت عالیہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں: "آپ ﷺ جب (کسی مجلس میں) تشریف فرما ہوتے تو آپ ﷺ کے کندھے تمام اہلِ مجلس سے بلند نظر آتے۔"

بازوئے مقدس

حضور ﷺ کے بازوئے مقدس خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھے' طوالت کے اعتبار سے اعتدال کا خوبصورت اور دلکش نمونہ تھے' کلائیوں پر بال مبارک تھے' بازو اور کلائیاں سفید اور چمکدار تھیں۔

❖ اس حوالے سے امام بیہقی بیان کرتے ہیں: "حضور ﷺ کی مچھلیاں سفید اور چمکدار اور کلائیاں لمبی تھیں۔"

❖ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "حضور ﷺ کی مبارک کلائیوں پر بال موجود تھے۔" (ترمذی۔ ابن جوزی۔ ابن کثیر)

❖ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "حضور ﷺ کے بازو (اعتدال کے ساتھ) بڑے تھے۔"

❖ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: "حضور ﷺ کے بازو مبارک اور پنڈلیاں موزوں ساخت کی تھیں۔" (طبرانی۔ بیہقی)

دستِ اقدس

نبی اکرم ﷺ کے دستِ اقدس نہایت نرم و گداز تھے۔ حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے فرماتے ہیں: "میں رسول اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا' پس میں نے آپ ﷺ کا ہاتھ تھام لیا' آپ ﷺ کے دست اقدس ریشم سے زیادہ نرم و گداز اور برف سے زیادہ ٹھنڈے تھے۔" (طبرانی)

❖ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "میں نے کسی ایسے ریشم یا دیباج کو نہیں چھوا جو نرمی میں رسول اکرم ﷺ کے ہاتھ مبارک سے بڑھ کر ہو۔" (بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ مسند احمد)

انگشتانِ مبارک

❖ حضور نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ مبارک کی انگلیاں خوبصورت' سیدھی اور دراز تھیں۔

❖ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

❖ حضور ﷺ کی انگشتان مبارک لمبی اور خوبصورت تھیں۔ (طبرانی۔ بیہقی۔ سیوطی)

❖ ایک روایت میں آپ ﷺ کی خوبصورت انگلیوں کو چاندی کی ڈلیوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں: "حضور ﷺ کی انگلیاں مبارک چاندی کی ڈلیوں کی طرح تھیں۔" (بیہقی۔ سیوطی۔ ابن الجوزی)

ہتھیلیاں مبارک

❖ حضور نبی اکرم ﷺ کی مقدس اور نورانی ہتھیلیاں کشادہ اور پرگوشت تھیں۔ اس بارے میں متعدد روایات ہیں:

❖ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: "حضور ﷺ کی ہتھیلیاں فراخ تھیں۔ (طبرانی۔ بیہقی۔ سیوطی۔ ابن جوزی)

❖ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "حضور ﷺ کی ہتھیلیاں کشادہ تھیں۔ (بخاری)

آقائے دو جہاں ﷺ کی مبارک ہتھیلیوں میں نرماہٹ' خنکی اور ٹھنڈک کا احساس آپ ﷺ کا ایک منفرد وصف تھا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کی مبارک ہتھیلیوں سے بڑھ کر کوئی شے نرم اور ملائم نہ تھی۔ رسول اکرم ﷺ جب کسی سے مصافحہ فرماتے یا سر پر دستِ شفقت پھیرتے تو اُس سے ٹھنڈک اور سکون کا یوں احساس ہوتا جیسے برف جسم کو مس کر رہی ہو۔

❖ حضرت عبداللہ بن ہلال انصاری رضی اللہ عنہ کو جب اُن کے والد گرامی دعا کے لیے حضور سرور کونین ﷺ کی خدمت میں لے کر گئے تو اُس موقع پر آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور اُن کے سر پر دستِ شفقت پھیرا۔ وہ اپنے تاثرات یوں بیان کرتے ہیں: "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ شفقت کی ٹھنڈک اور حلاوت کو میں کبھی نہیں بھولا' جب آپ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک میرے سر پر رکھا۔ (ہیثمی۔ مجمع الزوائد)

بغل مبارک

حضور نبی اکرم ﷺ کی مبارک بغلیں سفید، صاف و شفاف اور نہایت خوشبودار تھیں۔

❖ ایک دفعہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے وضو کا پانی پیش کیا' آپ ﷺ نے خوش ہو کر انہیں دعا دی اور اپنے مبارک ہاتھوں کو بلند فرمایا۔ وہ اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ: ''میں نے حضور ﷺ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی۔'' (بخاری۔مسلم۔نسائی۔زرقانی)

سینۂ اقدس

آقائے دو جہاں ﷺ کا سینۂ اقدس فراخ' کشادہ اور ہموار تھا۔ جسمِ اطہر کے دوسرے حصوں کی طرح حُسنِ تناسب اور اعتدال و توازن کا نادر نمونہ تھا۔ سینۂ انور سے ناف مبارک تک بالوں کی ایک خوشنما لکیر تھی' اس کے علاوہ آپ ﷺ کا سینۂ اقدس بالوں سے خالی تھا۔ حضور ﷺ کا سینۂ انور قدرے ابھرا ہوا تھا۔

❖ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سینۂ اقدس کے فراخ اور کشادہ ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ کا سینۂ انور فراخی (کشادگی) کا حامل تھا'' (ترمذی۔بیہقی۔سیوطی)

❖ اس حوالے سے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے: ''حضور ﷺ کا سینۂ اقدس فراخ اور کشادہ' آئینہ کی طرح سخت اور ہموار تھا' کوئی ایک حصہ بھی دوسرے سے بڑھا ہوا نہ تھا اور سفیدی اور آب و تاب میں چودھویں کے چاند کی طرح تھا۔''

❖ ایک دوسری روایت میں آتا ہے: ''اللہ کے رسول ﷺ کے مقدس سینے میں وسعت پائی جاتی تھی۔'' (ابن عساکر)

بطنِ اقدس

حضور رحمت عالم ﷺ کا پیٹ مبارک سینۂ انور کے برابر تھا' ریشم کی طرح نرم اور ملائم' چاندی کی طرح سفید' چودھویں کے چاند کی طرح حُسین اور چمکدار' حضرت اُم معبد رضی اللہ عنہا جنہیں دورانِ ہجرت آپ ﷺ کی میزبانی کا شرف لازوال حاصل ہوا' فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کا شکم مبارک نہ تو بہت بڑھا ہوا تھا اور نہ بالکل ہی پتلا۔ اُن سے مروی روایت کے الفاظ ہیں: ''حضور ﷺ پیٹ کے بڑا ہونے کے (جسمانی) عیب سے پاک تھے۔''

❖ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ''اللہ کے رسول ﷺ کا شکم مبارک اور سینۂ انور برابر تھے۔ (ترمذی۔بیہقی۔سیوطی)

❖ حضرت اُم ہلال رضی اللہ عنہا تاجدارِ کائنات حضور رحمت عالم ﷺ کے شکم اطہر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں: ''میں نے حضور ﷺ کے بطنِ اقدس کو ہمیشہ اسی حالت میں دیکھا کہ وہ یوں محسوس ہوتا جیسے کاغذ تہہ در تہہ رکھے ہوں۔'' (طبرانی۔طبری' خطیب بغدادی)

حضور ﷺ کے شکم اقدس پر بال نہ تھے' ہاں بالوں کی ایک لکیر سینۂ انور سے شروع ہو کر ناف پر ختم ہو جاتی تھی: ''اُس لکیر کے علاوہ سینۂ انور اور بطن اقدس پر بال نہ تھے۔ (طبری)

ناف مبارک

آپ ﷺ اس عالم رنگ و بو میں تشریف لائے تو آپ ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ تھے۔

❖ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے الشفاء (42:1) میں ایک روایت نقل کی ہے: ''بیشک حضور ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے۔''

❖ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی سے روایت فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے تو آپ ﷺ کے جدِ امجد حضرت عبدالمطلب اس پر متعجب ہوئے اور فرمایا میرا یہ بیٹا یقیناً عظیم شان کا مالک ہوگا۔''

❖ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''نبی اکرم ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے تھے۔'' (ابن حبان' حاکم المستدرک)

پشت مبارک

❖ حضور رحمت عالم ﷺ کی پشت مبارک کشادہ اور خوبصورتی و دلکشی میں اپنی مثال آپ تھی' دونوں مقدس کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔

❖ حضرت محرش بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ انہوں نے آقائے نامدار علیہ السلام کو عمرہ کا احرام باندھتے ہوئے دیکھا: ''میں نے آپ ﷺ کی کمر مبارک کی جانب نظر اٹھائی تو اُسے چاندی کے ٹکڑے کی طرح پایا۔'' (مسند احمد۔نسائی۔بیہقی۔طبرانی۔سیوطی)

❖ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: ''حضور ﷺ کی پشت مبارک کشادہ تھی۔'' (بیہقی)

❖ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی سے ایک دوسری روایت بھی مذکور ہے: ''رسول اللہ ﷺ کی ریڑھ کی ہڈی لمبی تھی۔'' (بیہقی)

مہرِ نبوت

آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی جو اس حکم ایزدی کی تصدیق کرتی تھی کہ آپ ﷺ اللہ کے آخری رسول ﷺ ہیں' ان کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا گیا ہے۔ یہ مہر نبوت دونوں کندھوں کے درمیان ذرا بائیں جانب تھی۔

❖ حضرت عبداللہ بن سرجیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے مہر نبوت دونوں کندھوں کے درمیان بائیں کندھے کی ہڈی کے قریب دیکھی۔'' (مسلم)

❖ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت ابراہیم بن محمد کہتے ہیں:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کی صفات گنواتے تو طویل حدیث بیان فرماتے اور کہتے کہ دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ ﷺ خاتم النبیین تھے۔'' (ترمذی)

❖ مہر نبوت خوشبوؤں کا مرکز تھی' حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''پس میں نے مہر نبوت اپنے منہ کے قریب کی تو اُس کی دلنواز مہک مجھ پر غالب آ رہی تھی۔''

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ کی مہر نبوت کی ہیئت اور شکل و صورت کا ذکر مختلف تشبیہات سے کیا ہے: کسی نے کبوتر کے انڈے سے' کسی نے گوشت کے ٹکڑے سے اور کسی نے بالوں کے گچھے سے مہر نبوت کو تشبیہ دی

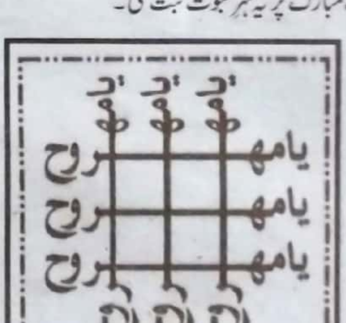
ہے۔ یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ تشبیہ ہر شخص کے اپنے ذوق کی آئینہ دار ہوتی ہے۔

❖ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی' جو کبوتر کے انڈے کی مقدار سرخ ابھرا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا۔'' (ترمذی' مسند احمد' طبرانی)

حضرت ابوزید عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ نے اس مہر نبوت کو بالوں کے گچھے جیسا کہا۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنے پشت مبارک پر مالش کرنے کی سعادت بخشی تو اُس موقع پر اُنہوں نے مہر اقدس کا مشاہدہ کیا۔ حضرت علباء (راوی) نے عمرو بن اخطب سے اُس مہر نبوت کی کیفیت دریافت کی تو انہوں نے کہا: ''آپ ﷺ کے مبارک کندھوں کے درمیان چند بالوں کا مجموعہ تھا۔'' (مسندِ احمد۔ حاکم المستدرک)

❖ حضرت ابونضرۃ عوفی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی مہر یعنی مہر نبوت کے متعلق دریافت کیا تو اُنہوں نے جواب دیا: وہ (مہر نبوت) رسول اللہ ﷺ کی پشت اقدس میں ایک اُبھرا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا۔'' (بخاری۔ترمذی۔طبری)

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ نور الہدیٰ کلاں میں فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی پشت مبارک پر یہ مہر نبوت ثبت تھی۔



قد مبارک

حضور ﷺ کا قد مبارک بھی حُسن تناسب کا اعلیٰ ترین نمونہ تھا۔ عالم تنہائی میں ہوتے تو دیکھنے والے کو محسوس ہوتا کہ سرورِ کائنات حضور رحمت عالم ﷺ میانہ قد کے مالک ہیں اور اگر لوگوں میں کھڑے ہوتے تو حضور ﷺ سب سے بلند نمایاں اور ممتاز دکھائی دیتے۔

❖ حضرت اُم معبد رضی اللہ عنہا اپنے تاثرات یوں بیان کرتی ہیں:

''حضور ﷺ کا قد نہایت خوبصورت میانہ تھا' نہ ایسا طویل کہ دیکھنے والے کو پسند نہ آئے اور نہ ایسا پست کہ حقیر دکھائی دے۔ (قدِ انور) دو شاخوں کے درمیان تروتازہ (شگفتہ) شاخ کی مانند تھا اور آپ ﷺ دیکھنے میں تینوں (حضور ﷺ ' یارِ غار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ) میں سب سے زیادہ بارونق اور قد کے اعتبار سے حُسین دکھائی دے رہے تھے۔''

❖ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''آپ ﷺ ساتھ چلنے والے سے بلند قامت نظر آتے تھے۔'' (امام سیوطی)

❖ حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے قد مبارک کے بارے میں فرماتے ہیں: ''حضور ﷺ قامت زیبائی اور چہرۂ اقدس کے لحاظ سے تمام لوگوں سے زیادہ حُسین تھے۔'' (ابنِ عساکر)

احادیث میں مذکور ہے کہ حضور ﷺ ہجوم میں ہوتے تو سب سے نمایاں دکھائی دیتے' مجلس میں جلوہ فرما ہوتے تو بھی اہلِ محفل میں سربلند نظر آتے۔

❖ ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

''جب حضور ﷺ (کسی مجلس میں) بیٹھتے تو حضور ﷺ کے شانے مبارک دوسرے بیٹھنے والوں سے بلند ہوتے۔'' (ملا علی قاری)

❖ ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ جمع الوسائل میں لکھتے ہیں:

''حکمت اس میں یہ ہے کہ جس طرح باطنی محامد و محاسن میں حضور ﷺ سے کوئی بلند نہیں' اسی طرح ظاہری قد و قامت میں بھی کوئی آپ ﷺ سے بڑھ نہیں سکتا۔''

سب سے نمایاں اور سربلند ہونے کی دوسری حکمت یہ ہے: ''یہ بلندی اس لیے تھی کہ ہر ایک پر یہ بات آشکار ہو جائے کہ اللہ رب العزت کے ہاں ظاہری و باطنی احوال میں رسول کائنات سے بڑھ کر کوئی افضل نہیں۔ (شرح الشفاء)

❖ امام خفاجی رحمتہ اللہ علیہ نسیم الریاض میں لکھتے ہیں:

''حضور ﷺ کا قدِ انور زیادہ طویل پیدا نہیں کیا گیا کیونکہ حد سے زیادہ طویل ہونا اعتدال کے منافی ہے اور قابل تعریف نہیں۔ ہاں اس کے باوجود اللہ رَبّ العزت نے دیکھنے والی آنکھوں میں یہ بات پیدا کر دی تھی کہ حضور ﷺ بلند نظر آتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت اس لیے عطا کی تھی کہ کوئی قد کے لحاظ سے بھی حضور ﷺ سے بلند دکھائی نہ دے اور آپ ﷺ کی تعظیم میں اضافہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جب یہ ضرورت نہ رہتی تو حضور ﷺ اس کمال پر دکھائی دیتے جس پر آپ ﷺ کی تخلیق ہوئی تھی۔''

امام زرقانی رحمتہ اللہ علیہ شرح المواہب اللدنیہ میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو حضور ﷺ کے قدِ انور کو طویل پیدا فرما دیتا' لیکن رَبّ قادر نے حضور ﷺ کو میانہ قد ہی عطا فرمایا' البتہ یہ آپ ﷺ کا اعجاز تھا کہ دیکھنے والے محسوس کرتے کہ آپ ﷺ سب سے سربلند ہیں اور کوئی آپ ﷺ کی نظیر نہیں۔

''حضور ﷺ صرف لوگوں کی نظروں میں بلند دکھائی دیتے لیکن حضور ﷺ کا جسم اطہر اس حال میں بھی اصل خلقت پر (میانہ) ہی رہتا۔ پس حضور ﷺ کی رفعت معنوی کو ہی اللہ رب العزت نے دیکھنے والے کی آنکھ میں رفعت حسی بنا دیا تھا۔''

''اور ایسا اس لیے تھا تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ جس طرح معنوی اور باطنی لحاظ سے آپ ﷺ سے زیادہ کوئی بلند نہیں اسی طرح ظاہر میں بھی آپ ﷺ سے کوئی بڑھ نہیں سکتا۔''

تذکرہ حُسنِ مصطفیٰ ﷺ کی تحریر اختتام پذیر ہوئی۔ تحریر سے حُسن و جمال کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ حُسن و جمال تو دیکھنے سے سمجھ میں آسکتا ہے۔ حُسن دید ہے تحریر نہیں۔ اسی لیے عاشق تحریر کے نہیں دید کے قائل ہیں اور عاشق آج بھی آپ ﷺ کے حُسن و جمال کے دیدار سے لذت پاتے ہیں اور آپ ﷺ کے حُسن و جمال کا دیدار ہی اُن کی روح کی غذا ہے۔ اس حقیقت کو اہلِ ہوا کیا جانیں اور کیا سمجھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور ہیں

ارشادِ ربانی ہے: ترجمہ: اے لوگو! بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور (حضور ﷺ کی شکل میں) آیا اور ایک روشن کتاب آئی۔ (پ ۶۔ المائدہ۔ ۱۵)

جمہور مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہاں "نور" سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اور کتاب قرآنِ مجید ہے۔ قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ترجمہ: اُس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اُس میں چراغ ہے۔ چراغ فانوس میں ہے۔ فانوس ایسے ہے کہ ایک موتی جو ستارے کی مانند چمکتا ہے۔ یہ چراغ اس برکت والے پیڑ زیتون کے تیل سے روشن ہوتا ہے جو نہ شرقی ہے نہ غربی، قریب ہے کہ اُس کا تیل بھڑک اُٹھے۔ اگر چہ اُسے آگ نہ بھی چھوئے۔ نور پر نور چھایا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس نور کی طرف اُسی کو ہدایت دیتا ہے۔ جو اس کا طالب بنتا ہے۔ (پ ۱۸۔ النور۔ ۳۵)

یہاں بھی "مَثَلُ نُوْرِہٖ" سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور مراد ہے۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اِن آیات مقدسہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:-

☆ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال بیان فرمائی ہے کہ طاق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سینہ مبارک ہے۔ فانوس آپ کا قلبِ مبارک ہے اور چراغ نبوتؐ کہ شجرِ نبوت سے روشن ہے اور اس نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی وضیاء اس مرتبۂ کمال پر ظہور پذیر ہے کہ اگر آپؐ اپنے نبی ہونے کا اعلان بھی نہ فرمائیں تو تب بھی خلق پر ظاہر ہو جائے کہ آپؐ نبی ہیں۔

❀ پہلے مفسرِ قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی تفسیر یوں بیان فرماتے ہیں کہ:- طاق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سینہ مبارک ہے اور فانوس آپ کا قلبِ اطہر ہے اور چراغ وہ نور ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس میں رکھا کہ وہ نہ شرقی ہے نہ غربی (نہ عربی نہ عجمی):- ایک شجر مبارکہ سے روشن ہے، وہ شجر مبارک حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ نورِ قلب ابراہیم علیہ السلام پر نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور پُر نور ہے۔

❀ امام عبدالرزاقؒ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت کیا ہے میں نے اپنے آقا ﷺ سے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھ کو خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا "اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا پھر وہ نور قدرتِ الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا۔ اس وقت لوح تھی، نہ قلم، بہشت تھی نہ دوزخ، نہ فرشتہ تھا، آسمان تھا، نہ زمین، سورج تھا، نہ چاند، جن تھا اور نہ انسان۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کیئے اور ایک حصے سے قلم پیدا کیا اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش۔" آگے طویل حدیث ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ پھر ساری کائنات کی تخلیق اسی نور کے توسط سے ہوئی۔

❀ امام قسطلانیؒ نے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نورِ محمدی ﷺ کو حکم فرمایا کہ انوارِ انبیاء پر توجہ کرے پس حضور ﷺ کے نورِ مبارک نے دیگر انبیاء کرام کی ارواح و انوار پر توجہ فرمائی تو اس نور نے ان سب انوار کو ڈھانپ لیا۔ انہوں نے عرض کی باری تعالیٰ ہمیں کس نے ڈھانپ لیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یہ محمد ﷺ کا نور ہے اگر تم ان پر ایمان لاؤ گے تو تمہیں شرفِ نبوت سے بہرہ ور کیا جائے گا اس پر سب ارواحِ انبیاء نے عرض کیا باری تعالیٰ ہم ان پر ایمان لائے ہیں۔ اس کا مکمل ذکر اس آیت کریمہ میں ہے:- ترجمہ: یاد کرو اس وقت کو جب اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے یہ عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا کر کے مبعوث کروں تو اس کے بعد تمہارے پاس میرا پیارا رسول آجائے تو سب اس پر ایمان لانا اور اس کے مشن کی مدد کرنا۔ (آل عمران ۳: ۸۱)

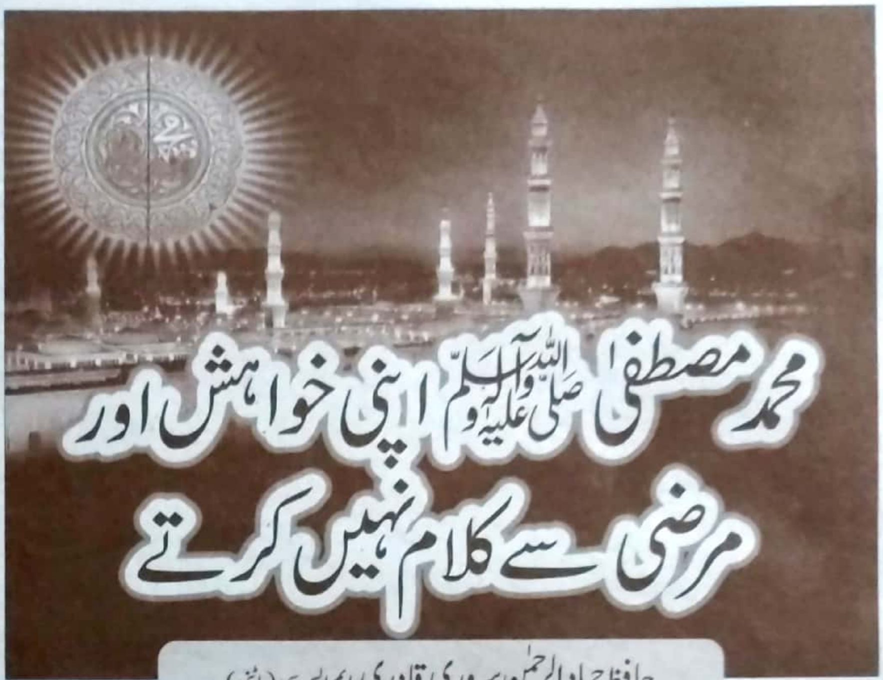
❀ حضرت ابنِ عباسؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے یہ عہد بھی لیا کہ وہ اپنی اپنی امت کو بھی حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے اور ان کی تصدیق کرنے کی تلقین کرتے رہیں گے چنانچہ تمام انبیاء کرام نے ایسا ہی کیا۔ (المواہب اللدنیہ)

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کبھی تو سراجِ منیر کا نام دیا ہے۔ کبھی نجم، کبھی شمس اور کبھی قمر کے نام سے یاد فرمایا ہے۔ اور اس کا مدعا یہ ہے کہ تشبیہات سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نورانیت کو ظاہر فرمایا جائے۔ حضور اکرم ﷺ کا جسم مبارک کثیف نہیں بلکہ نورانی ہونے کی وجہ سے اتنا لطیف تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سایہ نہ تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب بھی سورج کے مقابل ٹھہرتے تو آپ کی روشنی سورج کی روشنی پر غالب آجاتی۔ اور جب بھی آپ سراج (چراغ) کے مقابل ہوتے تو آپؐ کی روشنی چراغ کی روشنی پر غالب رہتی۔

❀ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ:- "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سر سے لے کر قدم تک سارے کے سارے نور تھے اور حیرت کی آنکھ آپ کے جمال باکمال میں خیرہ ہو جاتی تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام چاند و سورج کی طرح منور اور روشن تھے۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بشریت کا پردہ پہنے ہوئے نہ ہوتے تو کسی کو دیکھنے کی طاقت نہ ہوتی اور نہ ہی آپ کے حسنِ مبارک کا ادراک ممکن ہوتا۔ (مدارج النبوۃ جلد 1)

❀ مُلا علی قاری حنفی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:- اکثر لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ پہچانا۔ اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشریت کے پردہ نے اُن کی آنکھوں کی بینائی کو ڈھانپ دیا تھا۔ (شرح شمائل)

❀ حضرت شیخ رکن الدین بن عماد الدین دبیر کاشانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:- اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فرمان ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کے نور کو ستر ہزار پردوں میں چھپا دیا جائے تاکہ چاند اور سورج کی روشنی چھپ نہ جائے۔



محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی خواہش اور مرضی سے کلام نہیں کرتے

حافظ حماد الرحمٰن سروری قادری ایم ایس سی (باٹنی)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان فرماتے ہیں کہ میرا معمول تھا کہ جو کچھ حضور ﷺ کی زبان مبارک سے سنتا اسے قلم بند کر لیتا تا کہ وہ محفوظ رہے۔ قریش کے کچھ لوگوں نے اس پر ازرہِ اعتراض کہا کہ رسول اللہ ﷺ بھی آخر انسان ہیں، ممکن ہے آپ ﷺ کبھی بتقاضائے بشریت کوئی ایسی بات کہہ دیتے ہوں جو غصے میں آپ ﷺ کی زبان پر آجاتی ہو یا مزاح فرما دیتے ہیں۔ اس پر میں نے ہر بات لکھنے کا معمول ترک کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد میں نے اس کا ذکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا تو آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

''اکتب، فوالذی نفسی بیدہ! مایخرج منہ الالحق (ابوداؤد، ابن ابی شیبہ، امام حاکم، ابنِ کثیر)

ترجمہ: ''تم لکھتے رہو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میری زبان سے کلمہ حق کے سوا کبھی کوئی بات نہیں نکلتی۔'' آپ ﷺ کا ایک اور فرمان ہے:

انی لا أقول الا حقا. (ترمذی، طبرانی، بیہقی، احمد بن حنبل، بخاری، ہیثمی)

''بلاشبہ میں حق کے سوا کچھ نہیں کہتا۔''

پھر قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے اس فرمان پر مہر تصدیق ثبت کر دی چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ (سورہ النجم)

''اور وہ اپنی (یعنی نفس کی) مرضی یا خواہش سے بات ہی نہیں کرتے، وہ تو وہی فرماتے ہیں جو (اللہ کی طرف سے) ان پر وحی ہوتی ہے، اُن کو سکھایا زبردست قوت والے نے۔''

آیتِ مبارکہ اور احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا ہر قول مبارک، ہر بات اور ہر عمل وحی الٰہی کے تابع تھا اور آپ ﷺ ذاتی خواہش یا مرضی سے کوئی کلام یا کام نہیں کرتے۔

بیشک حضور ﷺ کے منہ مبارک سے کلامِ الٰہی کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ قرآنِ پاک ہو، حدیثِ قدسی ہو یا حدیثِ پاک۔ سبھی اللہ پاک کی وحی کی مختلف شکلیں ہیں۔ یہ تینوں کلام آپ ﷺ کی زبان مبارک کے سامعہ نواز ہوئے اور تینوں میں آپ ﷺ کے انوار پائے جاتے ہیں فرق یہ ہے کہ قرآن میں جو نور ہے وہ قدیم ہے اور نورِ ازل کا جلوہ ہے۔ حدیثِ قدسی کا نور آپ ﷺ کی روح پاک (نور پاک) کا نور ہے اور حدیثِ نبوی ﷺ کا نور آپ ﷺ کی ذاتِ مقدسہ (بشریت) کا نور ہے۔

شیخ عبد العزیز بن دباغ رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب الابریز میں فرماتے ہیں: ''جس طرح اللہ تعالیٰ نے سورج کو انوار محسوسہ سے نوازا ہے اسی طرح آفتابِ نبوت حضرت محمد ﷺ میں بھی دائمی نور پایا جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ پر اس کثرت سے انوار برستے کہ آپ ﷺ کو ایک خاص قسم کا مشاہدۂ حق میسر رہتا۔ اس مشاہدہ کی حالت میں آپ ﷺ جو کلام فرماتے اس میں آپ ﷺ کی روح کا نور شامل ہوتا اور وہ حدیثِ قدسی کہلاتی اور یہ نورِ خداوندی متعاد حالت سے زیادہ پھیل جاتا اور فرشتہ کلامِ الٰہی لے کر آتا تو یہ قرآنِ کریم ہوتا تھا۔''

سورہ النجم کی آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ فرمانِ رسول ﷺ کا انحصار وحی پر ہے، لفظ یَنْطِقُ اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں مراد صرف قرآن ہی نہیں بلکہ حدیثِ رسول ﷺ بھی اس میں شامل ہے، کیونکہ قرآن کے لیے تلاوت یا قرأت کے الفاظ مخصوص ہیں۔ وَمَا یَنْطِقُ فرما کر واضح کر دیا گیا ہے کہ وحی سے محض قرآن مراد نہیں بلکہ اس میں حضور ﷺ کی قول و فعل (ظاہر و باطن) پر مبنی سنتِ مطہرہ بھی داخل ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منکرینِ حدیث کے متعلق پہلے ہی ارشاد فرما دیا ہے اور منکرینِ حدیث کے دو گروہ ہیں ایک تو وہ جو احادیث کا سرے سے منکر ہے اور قرآن کو ہی اپنے لیے کافی سمجھتا ہے اور دوسرا وہ ہے جو احادیثِ قدسی کا منکر ہے اور احادیثِ نبوی ﷺ میں سے بھی اپنی پسند (نفس کی خواہش کے مطابق) کی احادیث کو صحیح اور دوسری کو ضعیف قرار دیتا ہے۔

حضرت مقدام بن معدی کربؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''سن لو! عنقریب ایک آدمی کے پاس میری حدیث پہنچے گی اور وہ اپنی مسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہوا کہے گا ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب (کافی) ہے، ہم جو چیز اس میں حلال پائیں گے اُسے حلال سمجھیں گے اور اُسے حرام سمجھیں گے جو اس میں حرام پائیں گے۔ حالانکہ رسول ﷺ نے جس کو حرام کیا وہ ویسا ہی جیسے اللہ کا حرام کیا ہوا۔'' (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، السنن، طحاوی، شرح معانی الآثار، طبرانی المعجم الکبیر، حاکم المستدرک، بیہقی، عسقلانی)

حضرت مقدام بن معدی کربؓ سے ہی مروی ہے

کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:''آگاہ رہو! مجھے کتاب (قرآن) عطا کی گئی ہے اور اس کے ساتھ اس جیسی ایک اور چیز بھی۔ خبردار رہو! قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا شخص اپنی مسند سے ٹیک لگائے ہوئے کہے گا: (لوگو!) صرف قرآن تمہارے لیے حکم کا درجہ رکھتا ہے، لہٰذا قرآن میں جسے حلال پاؤ اُسے حلال سمجھو اور جسے قرآن میں حرام پاؤ اُسے حرام سمجھو۔ آگاہ رہو! تمہارے لیے گھریلو گدھا حلال نہیں اور نہ کوئی درندہ اور معاہد کا گرا پڑا مال، مگر جبکہ مالک کو اس کی ضرورت نہ ہو۔ اگر کوئی شخص کسی بستی میں (بطور مسافر) ٹھہرے تو اس کے باشندوں پر لازم ہے کہ اس کی مہمان نوازی کریں، اگر وہ ایسا نہ کریں تو وہ ان سے اس مہمانی کے برابر تاوان وصول کرسکتا ہے۔'' (ابوداؤد، طبرانی، ترمذی، ابن ماجہ)

۞ حضرت ابو رافعؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:''میں تم میں سے کسی کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ اپنی مسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو اور اس کے پاس میرا کوئی حکم یا ممانعت پہنچے تو وہ اس کے جواب میں یہ کہے: میں نہیں جانتا، ہمیں جو کچھ اللہ کی کتاب میں ملا اُس کی پیروی کریں گے۔'' (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، حاکم)

حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا''کیا تم میں کوئی اپنی مسند پر ٹیک لگا کر یہ سمجھتا ہے کہ اللہ نے کوئی چیز حرام قرار نہیں دی مگر وہی جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے؟ سن لو! میں نے نصیحت کرتے اور حکم دیتے ہوئے اور بعض چیزوں سے منع کرتے ہوئے جو کہا وہ بھی قرآن کی طرح ہے بلکہ اس کی تعداد زیادہ ہے۔ اور بیشک نہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اہلِ کتاب کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہونے کی اجازت دی، نہ ان کی عورتوں کو مارنے کی، نہ انکے پھل کھانے کی، جب وہ اپنے واجبات تم کو ادا کریں۔'' (ابوداؤد، بیہقی، طبرانی)

۞ حضور ﷺ حضرت معاذ بن جبلؓ کو قاضی بنا کر یمن روانہ فرمانے لگے تو ان سے پوچھا کہ آپ فیصلہ کیسے کریں گے؟ صحابی رسول ﷺ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! قرآنِ حکیم کی روشنی میں فیصلہ کروں گا۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا: اگر قرآن میں نہ پاؤ تو پھر کیسے فیصلہ کرو گے؟ حضرت معاذؓ نے عرض کی: تو پھر سنت رسول ﷺ کے مطابق فیصلے کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر سنت میں بھی نہ پاؤ تو پھر؟ انہوں نے عرض کی: تو پھر اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:''الحمد للہ الذی وَفّقَ رَسولَ رَسولِ اللہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اپنے رسول کے بھیجے جانے والے نمائندے کو یہ توفیق عطا فرمائی۔''

مذکورہ حدیث سے واضح ہو رہا ہے کہ ہم بعض احکام قرآنِ حکیم میں نہیں پاتے اور ہمیں احادیثِ قدسی اور حدیثِ نبوی ﷺ کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ یہ بات منشائے خداوندی کے عین مطابق ہے۔

۞ قرآن اور سنت قانونِ اسلامی کے دو بڑے ماخذ ہیں جن پر مضبوطی سے قائم رہا جائے تو انسان کبھی گمراہی کی دلدل میں نہیں اُتر سکتا۔ فرمانِ رسول ﷺ ہے: ''میں تمہارے اندر دو ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم انہیں مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو ہرگز ہرگز گمراہ نہیں ہو گے، وہ (دو چیزیں) اللہ کی کتاب اور میری سنت ہے۔'' (حاکم، بیہقی)

۞ ایک دوسرے مقام پر فرمایا:''تم پر میرے خلفائے راشدین کی سنت کی متابعت لازم ہے۔'' (ترمذی، امام حاکم، ابن ماجہ، احمد بن حنبل، طبرانی)

۞ یہ بھی حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:''جس نے میری سنت سے منہ موڑا پس وہ مجھ سے نہیں۔'' (بخاری، نسائی)

اب منکرینِ حدیث کے علم کے لیے قرآنِ پاک کی چند آیات کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ ساتھ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کو بھی فرض ٹھہرایا ہے بلکہ اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر اللہ تعالیٰ کی اطاعت بے معنی ہے۔ اور منکرِ حدیث منکرِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

1 اور اللہ کی اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (آلِ عمران 132)

2 اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو۔ اور رسول کی اطاعت کرو۔ (محمد 33)

3 اور اللہ کی اطاعت کرو۔ اور رسول کی اطاعت کرو۔ اور ڈرو۔ پھر اگر تم روگردانی کرو گے تو جان لو کہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف پوری تبلیغ ہے۔ (المائدہ 92)

4 اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اور اس سے منہ نہ موڑو۔ حالانکہ تم سنتے ہو۔ (الانفال 20)

5 ہم نے جو بھی رسول بھیجا ہے۔ اسی لیے بھیجا ہے کہ خدا کے حکم کے تحت ان کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے۔ (النساء 64)

6 جس نے رسول کی اطاعت کی۔ اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی۔ (النساء 80)

7 کہہ دو کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ پھر اگر وہ روگردانی کریں تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔ (آلِ عمران 32)

8 اے ایمان والوں! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ (النساء 59)

9 اگر ایمان رکھتے ہو تو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ (الانفال 1)

10 اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو۔ ایسا کرو گے تو بزدل ہو جاؤ گے۔ (الانفال 46)

11 اور اللہ اور اُسکے رسول کی اطاعت کرتے رہو اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس سے باخبر ہے۔ (المجادلہ 13)

12 اور اللہ کی اطاعت کرو، اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اگر تم منہ پھیر لو گے تو ہمارے رسول کے ذمے صرف پیغام کا کھول کھول کر پہنچا دینا ہے۔ (التغابن 12)

13 (اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ ﷺ فرما دیں! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو تب اللہ تمہیں (اپنا) محبوب بنا لے گا اور تمہارے لیے تمہارے گناہ معاف فرما دے گا، اور اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہے۔ (آلِ عمران 31)

14 تو جو لوگ آپؐ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان

کو ڈرنا چاہیے کہ ایسا نہ ہو کہ ان پر کوئی آفت آن پڑے یا تکلیف والا عذاب نازل ہو۔ (النور 63)

15 آپ کے پروردگار کی قسم، یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں آپ کو منصف نہ مانیں، اور جو آپ فیصلہ کر دیں۔ اس میں اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے تسلیم کر لیں۔ تب تک مومن نہیں ہوں گے۔ (النساء 65)

حدیثِ رسولِ مقبول ﷺ ہے:

جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ (صحیح مسلم)

یہاں اطاعت سے مراد ظاہر و باطن کی مکمل اطاعت ہے۔

خلاصہ یہ کہ قرآنِ مجید کی بے شمار آیات سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ ہدایت اور نجات کا راستہ صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ رسولؐ کی اطاعت میں منحصر ہے۔

حضور ﷺ کی سنت سے روگردانی کر کے دائرہ ایمان میں داخل ہونے کا تصور باطل ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ مقننِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور حضور ﷺ اللہ کے نائب اور مظہر ہیں، لہٰذا آپ ﷺ کے یہ اختیارات نیابتی اور تفویضی ہیں، پس حضور ﷺ کا امر و نہی اور تحلیل و تحریم درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اطاعتِ رسول ﷺ کو اطاعتِ خداوندی کا درجہ حاصل ہے۔

علامہ ابن تیمیہ نے اس تصور کو بڑی شرح و بسط کے ساتھ ان الفاظ میں بیان کیا ہے: فقد أقامه الله مقام نفسه في أمره و نهيه و اخباره و بيانه، فلا يجوز أن يفرق بين الله و الرسول في شئ من هذه الأمور (الصارم المسلول 41)

''اللہ تعالیٰ نے اپنے اوامر و نواہی اور اخبار و بیان میں حضور ﷺ کو اپنے ہی مقام پر فائز فرمایا ہے، لہٰذا ان امور میں سے کسی ایک میں بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان تفریق کرنا ہرگز جائز نہیں۔''

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

عقیدت کے پھول

رسولِ مجتبیٰ ﷺ کہیے، محمد مصطفیٰ ﷺ کہیے
خدا کے بعد بس وہ ہیں پھر اس کے بعد کیا کہیے

شریعت کا ہے یہ اصرار ختم الانبیاء کہیے
محبت کا تقاضا ہے کہ محبوبِ خدا کہیے

جبین و رُخ محمد ﷺ کے تجلّی ہی تجلّی ہیں
کہ شمس الضحیٰ کہیے بدر الدجیٰ کہیے

جب ان کا ذکر ہو دنیا سراپا گوش بن جائے
جب اُن کا نام آئے مرحبا صلِ علیٰ کہیے

غبارِ راہِ طیبہ سُرمۂ چشمِ بصیرت ہے
یہی وہ خاک ہے جس خاک کو خاکِ شفا کہیے

صداقت پر بِنا رکھی گئی ہے دینِ فطرت کی
اسی تعبیر کو انسانیت کا ارتقا کہیے

مرے سرکارؐ کے نقشِ قدم شمعِ ہدایت ہیں
یہ وہ منزل ہے جس کو مغفرت کا راستا کہیے

محمدؐ کی نبوت دائرہ ہے جلوۂ حق کا
اسی کو ابتدا کہیے اسی کو انتہا کہیے

مدینہ یاد آتا ہے تو پھر آنسو نہیں رُکتے
مری آنکھوں کو ماہرؔ چشمۂ آبِ بقا کہیے

●●●● ماہر القادری ●●●●

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خدام

کچھ صحابہ کرامؓ ایسے تھے جن کو حضور ﷺ نے خاص خدمات سُپرد کر رکھی تھیں۔ وہ خدام یہ تھے:

۱۔ انسؓ بن مالکؓ: آپ ﷺ کے مشہور خادم ہیں۔ دس برس کی عمر سے حضورؐ کی خدمت میں رہے۔

۲۔ عبداللہؓ بن مسعود: آپ ﷺ کے نعلین مبارک اور مسواک کے محافظ تھے۔

۳۔ عقبہؓ بن عامر الجہنی: یہ سفر میں حضور ﷺ کا خچر ہانکا کرتے تھے، بعد میں مصر کے والی ہوئے۔

۴۔ اسلعؓ بن شریک: یہ آپ ﷺ کا اونٹ ہانکتے تھے۔

۵۔ بلالؓ: حضور ﷺ کے افسر مہمان داری تھے۔ نفقات مقررہ کی تقسیم بھی انہی کے ذمے تھی۔

۶۔ سعدؓ مولیٰ ابی بکرؓ: یہ بھی آپ ﷺ کے خادموں میں سے تھے۔

۷۔ ابو ذر غفاریؓ: ان کا نام جندب ابی عامر تھا۔ حضور ﷺ کے خاص خدام میں سے تھے۔

۸۔ ایمنؓ بن عبید: یہ بھی آپ ﷺ کے خادم تھے۔

۹۔ معیقبؓ: آپ ﷺ کی انگوٹھی ان کی تحویل میں رہتی تھی، جس میں مُہر تھی۔

اشرفُ النّاس

نبی کون یعنی رسولِ کریم
نبوت کے دریا کا دُرِّ یتیم

ہوا گو کہ ظاہر میں اُمّی لقب
پہ علمِ لدّنی کھلا دِل پہ سب

بغیر از لکھے اور کیئے بے رقم
چلے حکم پر اس کے لوح و قلم

کیا حق نے نبیوں کا سردار اُسے
بنایا نبوت کا حق دار اُسے

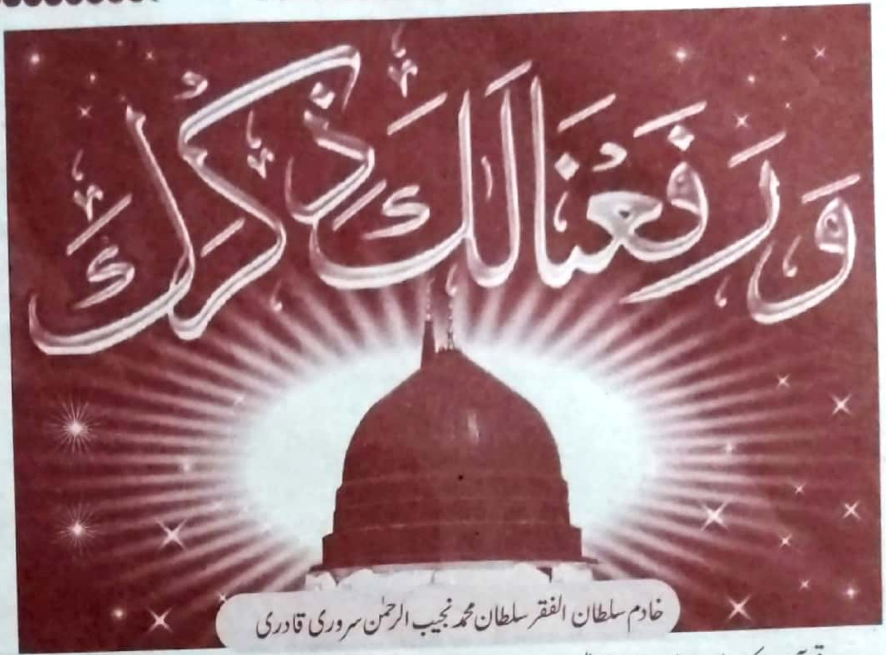
نبوت جو کی حق نے اس پہ تمام
لکھا اشرفُ النّاس، خیر الانام

بنایا سمجھ بوجھ کر خوب اُسے
خدا نے کیا اپنا محبوب اُسے

کہوں اس کے رُتبے کا کیا میں بیان
کھڑے ہوں جہاں باندھے صف مُرسلاں

محمدؐ کے مانند جگ میں نہیں
ہوا ہے نہ ایسا نہ ہوگا کہیں

●●●● میر حسین دہلوی ●●●●



قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

☆ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ (سورۃ الانشرح: 4)

ترجمہ: اور ہم نے آپ (ﷺ) کا ذکر بلند فرما دیا ہے۔

یہ نہیں فرمایا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ذکر بلند کردیں گے یا کر دیا جائے گا بلکہ فرمایا ''کر دیا ہے'' کب سے کر رہا ہے؟ جب سے اللہ تعالیٰ موجود ہے اور کب تک بلند رہے گا؟ جب تک اللہ تعالیٰ موجود رہے گا؟ وہ تو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا؟ اسی طرح آپ ﷺ کا ذکر بھی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا کیونکہ آپ ﷺ تو اُس وقت بھی نبی تھے جب آدم مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو اپنی عمر کے متعلق بتایا کہ وہ اپنی عمر تو نہیں جانتے بس اتنا جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نورانی حجابات کے چوتھے پردہ میں ستر ہزار سال بعد ایک نوری تارا ظاہر ہوتا ہے میں نے اُسے بہتر ہزار بار دیکھا ہے آپ (ﷺ) نے فرمایا ''اے جبرائیل، وہ تارا میں ہی ہوں۔''

پھر کہاں کہاں بلند فرمادیا! کیا صرف اس دنیا میں؟ کیوں؟ وہ خود ''ربّ العالمین'' ہے اور اس کا محبوب ''رحمۃ العالمین'' ہے اور جتنے عالمین (جہان) اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے وہ اُن کا ربّ ہے اور اُن تمام جہانوں کے آپ ﷺ رسول ہیں اسی لیے ان تمام عالمین میں آپ ﷺ کا ذکر بلند فرمادیا ہے اور عالم (جہان) کتنے ہیں یہ تو ہمارے حد ادراک سے باہر ہیں اُن تمام میں آپ (ﷺ) کا ذکر بلند ہے۔ اس لیے آپ ﷺ کی حقیقت اور ذکر کی بلندی کو سمجھنا عقل وفہم سے بالاتر ہے۔

❁ علامہ طاہر القادری اس آیت کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس آیۂ کریمہ میں لفظ لَکَ اس حقیقت کو واضح کررہا ہے کہ میرے محبوب (ﷺ) ہمیں کسی کی کیا پرواہ ہے؟ کوئی خوش ہو یا ناخوش، راضی ہو ناراض ہم تو مالک ہیں بے نیاز ہیں ہر کوئی ہمارا محتاج ہے۔ ہم کسی کے محتاج نہیں۔ کسی کی پرواہ نہیں کرتے۔ لیکن جب آپ (ﷺ) کی بات آتی ہے تو آپ کا ذکر بھی اس لیے کرتا ہوں کہ تو راضی ہو جائے۔ یہاں پر بلندی اضافی امر ہے۔ جیسے سٹیج پر بیٹھے ہوئے لوگ ان لوگوں سے بلند ہوتے ہیں جو زمین پر بیٹھے ہوں اور جو لوگ مکان کی چھت پر ہوں ان لوگوں سے بلند ہوتے ہیں جو سٹیج پر ہوں علیٰ ہذا القیاس ہر بلندی اضافی امر ہے چنانچہ اگر یہ کہا جائے کہ فلاں چیز بلند ہے تو فوراً ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس کے مقابلے میں بلند ہے؟ اور اگر مقابلے میں کسی چیز کا ذکر نہ ہو تو بلندی سمجھ میں نہیں آتی، بنا بریں بلندی ایک اضافی امر ہے لیکن اس آیۂ کریمہ میں مطلق بلندی مذکور ہے۔

عقلِ انسانی سوال کرتی ہے۔ باری تعالیٰ کس کے مقابلے پر بلند کردیا؟ کیونکہ مقابلے میں تو کسی چیز کا ذکر نہیں۔ اس لیے وہ ذات کہتی ہے کہ میرے محبوب کے مقابلے میں تو کوئی ہے ہی نہیں، کس کا ذکر کیا جائے۔ یہاں مطلق ارتفاع ہے۔ مطلق بلندی ہے، دو چار، دس، پندرہ، سو، ہزار، کروڑ، ارب، کھرب الغرض گنی چنی چیزیں نہیں۔ جن کا ذکر کر کے بتایا جائے کہ ان کے مقابلے میں بلند کیا ہے۔ جب محبوب ﷺ کا ذکر تمام موجوداتِ عالم سے بلند کر دیا تو اب کس کا ذکر کروں کوئی لائق تذکرہ ہے ہی نہیں۔

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ کے مفہوم پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیۂ کریمہ اس حقیقت کی وضاحت کر رہی ہے کہ کائنات میں کوئی شے ایسی نہیں جس سے حضور نبی مکرم ﷺ کا ذکر بلند تر نہ ہو فرمایا ''محبوب ﷺ ہم نے تمہارا ذکر ہر شے سے بلند کردیا۔ اب بتایئے آپ کی عقل آپ کا علم، آپ کا مطالعہ، آپ کے مناظرے، مجادلے، استدلال اور آپ کے عقلی نقلی دلائل، تحریریں بیان، کلام وغیرہ یہ سب لفظ ''شے'' کے دائرے میں آتے ہیں کہ نہیں؟ جب یہ سب کچھ لفظ ''شے'' کے دائرے میں آتا ہے تو فرمانِ الٰہی کا مفہوم یا مطلب یہ ہوا کہ ذکرِ مصطفیٰ ﷺ تمہارے علم سے بھی بلند ہے، تمہاری عقل سے بھی، تمہارے فکر و بصیرت سے بھی بلند ہے اور تمہارے مطالعوں سے بھی، تمہاری کتابوں سے بھی بلند ہے اور تمہارے مناظروں سے بھی، عمر بھر تم پرواز کرتے رہو تمہاری پرواز جہاں جاکر ختم ہوگی میرے محبوب ﷺ کا ذکر اس سے بھی بلند ہے۔ غرضیکہ حضور اکرم ﷺ کا مقام یہ ہے اور یہ نہیں ہے کی بحث میں پڑنا نبی اکرم ﷺ کے مقام و مرتبے کو متعین کرنے کے مترادف ہے جو سراسر ضلالت و گمراہی اور جہالت ہے۔ (ایمان کا مرکز و محور ذاتِ مصطفیٰ ﷺ)

اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ کے ذکر کو اس طرح بلند کیا ہے کہ اپنے ذکر کے ساتھ ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کو فرض کر دیا ہے۔

❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا:

☆ لَا اُذْکَرُ فِیْ مَکَانٍ اِلَّا ذُکِرْتَ مَعِیْ یَامُحَمَّدْ مَمَنْ ذَکَرَنِیْ وَلَمْ یَذْکُرْکَ فَلَیْسَ لَهُ فِی الْجَنَّةِ نَصِیْبٌ. (درمنثور جلد 6 صفحہ 401)

ترجمہ: اے محمد! (ﷺ) جہاں میرا ذکر ہوتا ہے وہاں

آپ (ﷺ) کا ذکر بھی ہوتا ہے۔ جس نے میرا ذکر کیا مگر آپ (ﷺ) کا ذکر نہ کیا' جنت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔

آپ ﷺ کے ذکر کی بلندی کی سب سے بڑی مثال ایک دن میں پانچ وقت کی اذان ہے مؤذن جب اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کا اعلان کرتا ہے اَشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہِ تو ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کی رسالت کا اعلان بھی کرتا ہے: اَشْھَدُاَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰہِ

تو جاننے والے جانتے ہوں گے کہ اذان وہ اسلامی شعار ہے جو دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں دنیا کے کونے کونے میں' ہر لمحہ گونجتی رہتی ہے۔ وہ یوں کہ طلوع سحر سیلز کے مشرق میں واقع جزائر میں ہوتی ہے۔ وہاں جس وقت صبح کے ساڑھے پانچ بج رہے ہوتے ہیں طلوع سحر کے ساتھ ہی انڈونیشیا کے انتہائی مشرقی جزائر میں فجر کی اذان شروع ہوجاتی ہے اور بیک وقت ہزاروں مؤذن خدائے بزرگ و برتر کی توحید اور حضرت محمد رسول ﷺ کی رسالت کا اعلان کر رہے ہوتے ہیں۔ مشرقی جزائر سے یہ سلسلہ مغربی جزائر کی طرف بڑھتا ہے اور ڈیڑھ گھنٹہ بعد جکارتہ میں مؤذنوں کی آواز گونجنے لگتی ہے۔ جکارتہ کے بعد یہ سلسلہ سماٹرا میں شروع ہو جاتا ہے اور سماٹرا کے مغربی قصبوں اور دیہات سے پہلے ہی ملایا کی مسجدوں میں اذانیں بلند ہونا شروع ہوجاتی ہیں۔ ملایا کے بعد برما کی باری آجاتی ہے۔ جکارتہ سے اذانوں کا جو سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ وہ ایک گھنٹہ بعد ڈھاکہ پہنچتا ہے۔ بنگلہ دیش میں ابھی اذانوں کا یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا کہ کلکتہ سے سری نگر سے بمبئی کی طرف بڑھتا ہے اور پورے ہندوستان کی فضا توحید و رسالت کے اعلان سے گونج اٹھتی ہے۔ سری نگر اور سیالکوٹ میں فجر کی اذان کا ایک ہی وقت ہے سیالکوٹ سے کوئٹہ کراچی اور گوادر تک چالیس منٹ کا فرق ہے اس عرصہ میں فجر کی اذان پاکستان میں بلند ہوتی رہتی ہے۔ پاکستان میں یہ سلسلہ ختم ہونے سے پہلے افغانستان اور مسقط میں شروع ہو جاتا ہے مسقط سے بغداد تک ایک گھنٹہ کا فرق ہے اس عرصہ میں اذانیں حجازِ مقدس یمن عرب امارات، کویت اور عراق میں گونجتی ہیں۔ بغداد سے اسکندریہ تک پھر ایک گھنٹہ کا فرق ہے اس دوران میں شام' مصر صومالیہ اور سوڈان میں اذانیں بلند ہوتی ہیں۔ اسکندریہ اور استنبول ایک ہی طول و عرض پر واقع ہیں۔ مشرقی ترکی سے مغربی ترقی تک ڈیڑھ گھنٹہ کا فرق ہے اس دوران ترکی میں صدائے توحید و رسالت بلند ہوتی ہے۔ اسکندریہ سے طرابلس تک ایک گھنٹہ کا دورانیہ ہے اس عرصہ میں شمالی افریقہ میں لیبیا اور تیونس میں اذانوں کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے فجر کی اذان جس کا آغاز انڈونیشیا کے مشرقی جزائر سے ہوا تھا ساڑھے نو گھنٹے کا طویل سفر کر کے بحر اوقیانوس کے مشرقی کنارے تک پہنچتی ہے۔ فجر کی اذان بحر اوقیانوس تک پہنچنے سے قبل ہی مشرقی انڈونیشیا میں ظہر کی اذان کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور ڈھاکہ میں ظہر کی اذانیں شروع ہونے تک انڈونیشیا میں عصر کی اذانیں بلند ہونے لگتی ہیں۔ یہ سلسلہ ڈیڑھ گھنٹہ تک بمشکل جکارتہ پہنچتا ہے کہ انڈونیشیا کے مشرقی جزائر میں نمازِ مغرب کا وقت ہوتا ہے مغرب کی اذانیں سیلز سے بمشکل سماٹرا تک پہنچتی ہیں کہ اتنے میں عشاء کا وقت ہو جاتا ہے۔ جس وقت مشرقی انڈونیشیا میں عشاء کی اذانوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اس وقت افریقہ میں فجر کی اذانیں گونج رہی ہوتی ہیں۔ کرہ عرض پر ایک سیکنڈ بھی ایسا نہیں گزرتا جس میں ہزاروں لاکھوں مؤذن بیک وقت اللہ کی کبریائی اور رسول اللہ کی مصطفائی کا ڈنکا نہ بجاتے رہے ہوں اور قیامت تک یہ سلسلہ یونہی جاری رہے گا۔ یہ ہے آپ ﷺ کے ذکر کو بلند کرنا۔

نماز اسلام کا اہم رکن اور دین کے پانچ اوقات میں فرض ہے اور ہر نمازی ہر نماز میں تشہد میں آپ ﷺ پر سلام اور درود بھیجتا ہے یعنی نماز بھی آپ کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔

پھر درود وہ ذکر اور عبادت ہے جو ہر عبادت کو بارگاہِ الٰہی میں مقبول بناتی ہے' کیونکہ ہر فرقہ اور مسلک کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ اگر دعا یا کسی عبادت کے اول آخر درود شریف پڑھ لیا جائے تو عبادت اور دعا ضرور قبول ہو جاتی ہے۔ فرمایا کہ مجھ سے کچھ مانگنا ہے تو پہلے میرے محبوب پر درود بھیجو۔ میرے محبوب کا ذکر کرو۔ پھر قبول کروں گا یہ ہے ایک اور طریقہ محبوب کے ذکر کو بلند کرنے کا۔

آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے مطابق بیان کرنا قطعاً ناممکن ہے کیونکہ آپ کی حقیقت تک رسائی حاصل کرنا کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ میری حقیقت میرے خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر اور تعریف عبادت ہے اور درود شریف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کا دوسرا نام ہے۔ درود پاک تاجدار انبیاء محبوب خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں نذرانہ عقیدت' عظمت شان' ایمان کامل کا اعلان، اوصافِ جمیلہ کی تعریف وتوصیف' لامتناہی محبت وعقیدت اور حضور اکرم صلی اللہ کے اعزاز و اکرام کا دوسرا نام ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

۞ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ (الاحزاب-56)

۞ ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود اور سلام بھیجا کرو۔

یہ وہ عبادت ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے آپ کو شامل کرلیا ہے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے والے تین ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ (۲) فرشتے (۳) اہل ایمان ہیں۔

حضور اکرم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا درود بھیجنے کا مطلب یہ ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ حضور اکرم ﷺ کے ذکر کو بلند کر رہا ہے۔

۲۔ ہر لمحہ آپ کے دین مبارک کو غلبہ عطا فرما رہا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام کی شریعتوں کو منسوخ کر کے اپنے محبوب ﷺ کی شریعت مبارکہ کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے برقرار رکھنے کا اعلان فرما دیا ہے اور اب ہمیشہ ہمیشہ تا قیامت اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اداؤں کو جمیع اہل ایمان کا عمل اور مدارنجات اور قرب الٰہی کا ذریعہ قرار دے رہا ہے۔

۴۔ ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضورِ اقدس ﷺ کی عزت وعظمت کو چار چاند لگ رہے ہیں جیسا کہ قرآنِ پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى (الضحیٰ ۴) اور بعد میں آنے والا ہر لمحہ آپ کیلئے پہلے لمحے کی نسبت زیادہ بہتر ہے۔

۵۔ روزِ محشر اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو مقامِ شفاعت ووسیلہ عطا فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا محبوب سوال کرو ہم آپ کو عطا کریں شفاعت کرو ہم آپ کی شفاعت قبول کریں'' (مسلم شریف)

۶۔ اللہ تعالیٰ حضورِ اکرم ﷺ کے وسیلہ سے ''دیدارِ حق تعالیٰ'' کی نعمت مومنین کو عطا فرما رہا ہے۔

فرشتوں کی طرف سے آپ پر درود کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ ﷺ کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب عطا فرمائے۔ آپ کے دین کو دنیا میں غلبہ عطا فرمائے اور آپ کی شریعت مطہرہ کو دنیا میں فروغ بخشے یعنی فرشتے ہر لحاظ سے آپ ﷺ کی تعریف وتوصیف کرتے رہتے ہیں۔

اہلِ ایمان کی طرف سے درود کا مطلب بھی اللہ پاک کی بارگاہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان بلند کرنے کی التجا ہے۔ یعنی اہلِ ایمان پر یہ واضح کیا گیا ہے کہ جب میں اپنے محبوبؐ پر برکات کا نزول کرتا ہوں اور میرے فرشتے آپؐ کی شان میں تعریف کرتے ہیں تو اے ایمان والو تم بھی میرے محبوب کی تعریف کرو۔

اس آیتِ مبارکہ میں لفظ صلوٰۃ استعمال ہوا ہے جس کے تین معانی ہیں پہلا یہ محبت اور عشق کی بنا پر رحمت کرنا یا مہربان ہونا۔ دوسرا تعریف وتوصیف کرنا۔ تیسرا التجا کرنا۔ لہٰذا جب یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ کے معنوں میں استعمال کیا جائے گا تو اس سے پہلا اور دوسرا مطلب مراد لئے جائیں گے لیکن جب صلوٰۃ کا لفظ فرشتوں اور انسانوں کی طرف سے بولا جائے گا تو اس میں اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا اور التجا کرنا لیا جائے گا۔

سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا کا مطلب نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں سلام پیش کرنا ہے۔ مومنین کو درود کے ساتھ ساتھ سلام آقا پاک ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرنے کا بھی حکم ہے اور سلام اسے کیا جاتا ہے جو سامنے موجود ہو اس سے ''حیات النبیؐ'' کا ثبوت دنیا بھی مقصود ہے۔

اگر مندرجہ بالا آیت مبارکہ میں ہمیں صلوٰۃ وسلام کا حکم دیا گیا ہے لیکن ہم اعترافِ عجز کرتے ہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ یعنی اے اللہ تو ہی اپنے محبوب کی شان اور قدر ومنزلت کو صحیح طرح جانتا ہے۔ اس لئے تو ہی ہماری طرف سے اپنے محبوب پر صلوٰۃ وسلام بھیج جو آپؐ کے شایانِ شان ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ذکر کو اس طرح بھی بلند کیا ہے کہ آپ ﷺ کی سیرت کا ایک ایک پہلو آپ ﷺ کی ایک ایک ادا آپ ﷺ کا ایک ایک قول آپ ﷺ کا ایک ایک عمل محفوظ فرما دیا اور اُن کی اتباع ہر مسلمان پر لازم ہے۔ آپ کی سیرتِ مبارکہ پر جتنی کتب تحریر ہو چکی ہیں اتنی آج تک کسی انسان پر تحریر نہیں ہوئیں اور ہر لمحہ گزرتے دن کے ساتھ ساتھ تحریر ہو رہی ہیں اور دنیا کی ہر زبان میں ہو چکی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ غیر بھی جب تعصب کی عینک اتار کر کائنات کی سو شخصیات کا انتخاب کرتے ہیں تو سب سے پہلی شخصیت آپ ﷺ کی قرار پاتی ہے' یہ ہے اللہ تعالیٰ کا اپنے محبوب کے ذکر کو بلند کرنا۔

پھر آپ ﷺ کے ایک ایک حکم، ایک ایک عمل کو سنتِ مبارکہ کی صورت میں محفوظ کر دیا ہے اور مسلمانوں کو اس کی اتباع کا حکم دیا ہے۔ جب کوئی مسلمان آپ ﷺ کی سنت مبارکہ پر عمل کرتا ہے تو وہ آپ ﷺ کا ذکر ہی بلند کر رہا ہوتا ہے۔

پھر اللہ نے صرف اپنے حبیب کا ذکر ہی بلند نہ کیا بلکہ جس نے بھی اللہ کے حبیب کو اپنا محبوب جانا' اس کا بھی ذکر بلند کیا۔ بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو ویسے بھلا کون جانتا اور موذن اسلام بلال رضی اللہ عنہ کو کون مسلمان نہیں جانتا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ' عمر رضی اللہ عنہ' عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کی شہرت اگر ہوتی بھی تو صرف اپنے اپنے قبیلے علاقے یا زمانے تک محدود رہتی لیکن یہ اس یتیم کی مقناطیسی قوت اور کیمیا گری ہی کا اثر تھا کہ جو بھی کھنچا چلا آیا' نام پا گیا اور جو جتنا قریب آتا گیا اس کے نام کو اس جہاں میں اتنی ہی جلا ملی اور دو جہاں میں اتنا ہی اونچا مقام ملا۔ خطاب رضی اللہ عنہ کا بیٹا ننگی تلوار سونتے قتل کرنے آتا ہے لیکن اللہ کے حبیب ﷺ اسے اپنے خدا سے دین کی سربلندی کے لیے مانگ چکا ہے۔ تلوار نیام میں چلی جاتی ہے جب نکلتی ہے تو اسلام کی تلوار بن جاتی ہے' آدھی دنیا پہ چھا جاتی ہے اور رہتی دنیا تک یاد رہتی ہے۔ عمر بن خطاب امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ بن جاتے ہیں دنیا کی تاریخ کے عظیم ترین حکمرانوں میں شامل ہوجاتے ہیں۔ یہ صرف مقناطیسیت ہی نہیں' یہ علمِ اکسیر ہے یعنی عام دھات کو سونا بنانے کا عمل' عام انسان کو خاص بنانے کا عمل' انسان تو انسان دشوار گزار پہاڑوں کے جن غاروں میں قیام کیا' انہیں بھی نہ صرف شہرت لازوال عطا کی بلکہ زیارت گاہ خاص وعام بنا دیا۔ یہ وہ پہاڑ تھے کہ نہ ہمالیہ کی طرح بلند تھے کہ بلندی کی بناء پر نام پاتے نہ کوہِ مری یا ایلپس کی طرح خشک اور سرسبز کہ صحت افزا مقام بن کر انسانوں کے کام آتے۔ ان کی اگر کوئی صفت ہے تو صرف اور صرف یہ کہ ایک یتیم نے ایک خاص وقت میں یہ دور افتادہ غار اپنے قیام کے لیے چنے اور اسی انتخاب نے کسی بے نام غار کو حرا اور کسی بے نور غار کو ثور کا نام دے کر رہتی دنیا تک ان کا نام بلند کر دیا۔ لوگ تو چودہ برس گزرنے کے بعد اپنے باپ دادا تک کو بھول جاتے ہیں اور یہاں چودہ سو سال سے زائد عرصہ گزرنے کے بعد بھی انسانوں اور غاروں کے ناموں کو شہرت ہی نہیں' کھربوں انسانوں کی عقیدت' بلکہ محبت حاصل رہی ہے۔ مجھے کبھی کبھی خیال آتا ہے کہ اگر یہ معجزہ نہیں تو پھر معجزہ کیا ہوتا ہے اور ہمیں مافوق الفطرت واقعات میں معجزے تلاش کرنے کا خیال ہی کیوں آتا ہے؟

پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد جس زمانہ میں جس نے آپ ﷺ کا قرب حاصل کیا اور جتنا قریب ہوا اور آپ ﷺ کو اپنا محبوب بنایا خود کو آپ ﷺ کی ذات میں فنا کر دیا وہ وہ اللہ کا ولی اور آپ ﷺ کا محبوب ہوگیا اور اس کا نام بھی بلند ہوگیا اگر نہیں اعتبار تو صدیوں سے قائم اولیاء اللہ کے مزارات کو دیکھ لیں کہ دشمن جتنی مخالفت کرتے ہیں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کا ذکر اتنا ہی بلند ہوتا جا رہا ہے۔

بقیہ: صفحہ 44 پر

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر — وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسین، وہی طٰہٰ

حضورِ اکرم ﷺ باعثِ تخلیقِ کائنات ہیں یعنی اس کائنات کو آپ ﷺ کے لئے ہی تخلیق اور آراستہ و پیراستہ کیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کی مراد ہیں۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے نور کو پیدا فرمایا اس لیے آپ ﷺ کے اسماء گرامی اوّل، آخر اور ظاہر، باطن بھی ہیں۔ پھر آپ ﷺ کے نور سے تمام کائنات کی تخلیق مرحلہ وار عمل میں آئی۔ یعنی کائنات کا منبع و مصدر جس سے ساری کائنات وجود میں آئی آپ ﷺ کی ہی ذات پاک ہے۔ تخلیق میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اوّل اور ظہور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آخر ہیں اس لئے آپ ﷺ کو اوّل و آخر بھی کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:- هُوَالْاَ وَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ٥ (پ ۲۷۔ الحدید ۳) ترجمہ: ''وہی اوّل ہے۔ وہی آخر ہے۔ وہی ظاہر ہے۔ وہی باطن ہے اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔'' مفسرین حق اس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ آیت مبارکہ حضور ﷺ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ شیخ الاکبر حضرت محی الدین ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ ... فتوحاتِ مکیہ (باب۔ وہم) میں اس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:- ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اوّل ہیں، آخر ہیں، ظاہر ہیں، باطن ہیں اور ہر چیز کے جاننے والے ہیں۔''

❁ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا:- يَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْيَاءِ نُوْرَ نَبِيِّكَ مِنْ نُوْرِهٖ ٥'' ترجمہ: اے جابر (رضی اللہ عنہ) بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبیؐ کے نُور کو پیدا فرمایا'' ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِی ٥ ''ترجمہ: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔'' مزید ارشادِ نبوی ﷺ ہے:- اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ كُلُّ خَلَائِقِ مِنْ نُوْرِیْ ٥ ''ترجمہ: میں اللہ پاک کے نُور سے ہوں اور تمام مخلوقات میرے نُور سے ہے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم ﷺ کے نُور مبارک سے تمام انسانوں کی اَرواح کو پیدا فرمایا۔ حدیثِ قدسی ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم ﷺ کو بتایا:- لَوْ لَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ۔'' ترجمہ: اگر آپ ﷺ کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں یہ کائنات ہی تخلیق نہ کرتا۔'' یعنی آپ ﷺ باعثِ تخلیقِ کائنات ہی لَوْ لَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرُّبُوْبِيَّةَ۔'' ترجمہ: (اے محبوب ﷺ) اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنا رب ہونا ہی ظاہر نہ کرتا۔'' (اپنی ربوبیت کا اظہار نہ کرتا۔)

❁ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- كُنْتُ نَبِيًّا وَ آدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ ۔ ''ترجمہ: میں اس وقت بھی نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام ابھی مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔''

❁ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں:- ''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ مجھے بتلا دیجئے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا فرمائی؟ فرمایا! اے جابر (رضی اللہ عنہ) بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی (ﷺ) کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ وہ نور قدرتِ الٰہی سے جہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا گردش کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا۔ نہ جنت تھی نہ دوزخ تھا۔ نہ فرشتے تھے۔ نہ آسمان تھا۔ نہ سورج تھا نہ چاند تھا۔ نہ جن تھے۔ نہ انسان تھے۔ (یعنی اس وقت کچھ بھی نہ تھا۔)'' (زرقانی جلد 1 صفحہ 46)

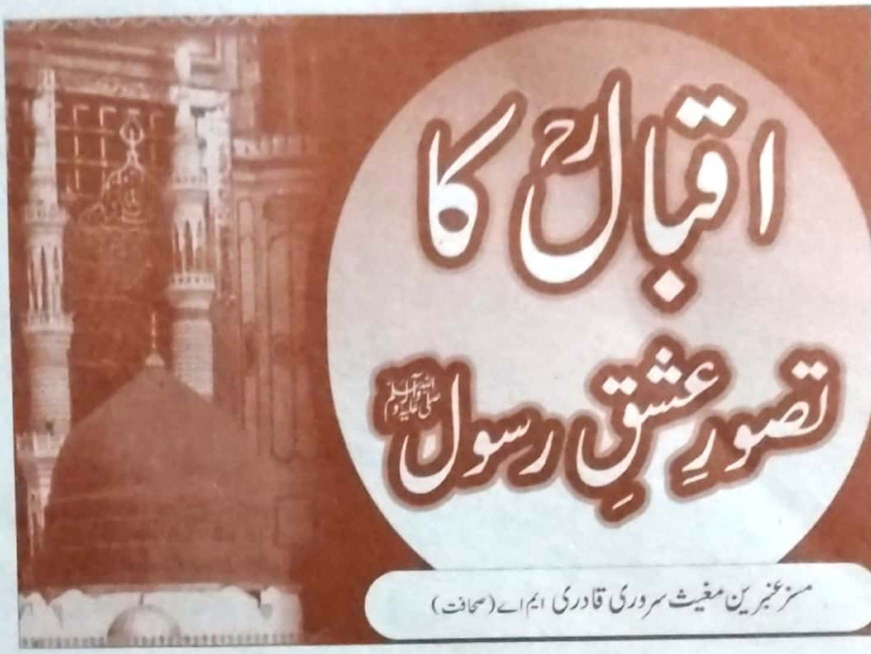
❁ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ:- ''اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں کون ہوں؟ میں وہ ہوں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا تو میرے نور نے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا۔ سات سو سال سجدہ میں رہا۔ تو سب سے پہلے جس نے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا وہ میرا نور تھا۔ اور یہ بات میں فخر سے نہیں کر رہا ہوں۔ اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں کون ہوں؟ میں وہ ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کو میرے نور سے پیدا فرمایا۔ اور کرسی کو میرے نور سے پیدا فرمایا اور سورج و چاند اور آنکھوں کے نور کو میرے نور سے پیدا فرمایا اور عقل کو میرے نور سے پیدا فرمایا اور مومنوں کے دلوں میں نورِ معرفت کو میرے نور سے پیدا فرمایا اور میں یہ بات فخر سے نہیں کر رہا ہوں۔'' (جواہر البحار جلد 2)

❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جبرائیل علیہ السلام سے سوال فرمایا کہ آپ نے عمر کے کتنے سال گزار لئے ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم اس کے علاوہ میں کچھ نہیں جانتا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے نورانی حجابات سے چوتھے پردہ میں ستر ہزار (70000) سال کے بعد ایک نوری تارا ظاہر ہوتا تھا۔ میں نے اُسے بہتر ہزار (72000) مرتبہ دیکھا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! اے جبرائیل (علیہ السلام) میرے ربّ کی عزت کی قسم وہ تارا میں ہی ہوں۔ (جواہر البحار جلد 2۔ روح البیان جلد 2۔ سیرتِ حلبیہ جلد 1۔)

الغرض نورِ محمدیہ ﷺ کا ظہور حالتِ بشریت میں دنیا کی تاریخ ماہ و سال میں اپنے وقت پر ہوا۔ یہ آپؐ کا بشری وجود تھا۔ اُصْطَفٰى وَ اَحِدًا مِّنْ خَلْقِهٖ هُوَ مِنْهُمْ وَ لَيْسَ مِنْهُمْ (اللہ نے اپنی مخلوق میں سے ایک کو چُن لیا، بظاہر وہ ان میں سے ہے مگر اپنی حقیقت میں ان سے نہیں)۔ آپ ﷺ کا اس دنیائے آب و گل میں ظہور بھی کامل طور پر ہوا یہاں اگر آپؐ پر بشریت کا اطلاق ہوا: قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (سورۃ الکہف 110)۔ (تو کہہ، میں بھی تمہاری مثل ایک آدمی ہوں) نور کی حقیقت اپنے مقام پر رہی لیکن بعض دیکھنے والوں کی نظر کے لئے یہ بشریت حجاب بن گئی کہ وہ اس بشریت کے پیچھے آپ ﷺ کی حقیقت کو نہ دیکھ سکے: وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۔ (سورۃ اعراف 198)۔ (اور تُو دیکھے، تیری طرف تکتے ہیں اور کچھ نہیں دیکھتے)۔

شعورِ آدمیت ناز کر اس ذاتِ اقدس پر — تیری عظمت کا باعث ہے محمدؐ کا بشر ہونا

گویا عقیدہ یہ ہونا چاہیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت نور ہے۔ اور آپ ﷺ ظاہر میں بشری لباس پہن کر تشریف لائے ہیں۔ آپؐ صورت میں بشر ہیں۔ بے عیب و پاک صاف، شفاف بشریت آپؐ کا اعلیٰ وصف ہے۔ آپؐ کی بشریت بھی بے مثل ہے۔ اور آپؐ کی بشریت بھی اتنی لطیف ہے کہ آپؐ کا سایہ تک نہیں۔



اقبالؒ کا تصورِ عشقِ رسول ﷺ

مسز عنبرین مغیث سروری قادری ایم اے (صحافت)

علامہ اقبالؒ کی شخصیت بے شمار اوصاف کا مجموعہ ہے۔ ان کی عوامی زندگی میں ہم انہیں ایک وکیل، مفکر، فلسفی، رہنما، قومی و روحانی شاعر کے طور پر جانتے ہیں لیکن آپؒ کی سیرت و کردار کا سب سے نمایاں، محبوب، قابلِ قدر اور قابلِ ذکر پہلو آپؒ کا جذبۂ عشقِ رسول ﷺ ہے۔ آپؒ کی روح عشقِ مصطفیٰ ﷺ میں اس قدر سرشار ہے کہ آپؒ کے مکتوبات اور شاعری میں اس عشق کا رنگ بے حد نمایاں نظر آتا ہے۔ آپ اپنے تمام افکار اور ان کے اظہار کو اسی عشقِ مصطفیٰ ﷺ کا مرہونِ منت قرار دیتے ہیں۔

ایں ہمہ از لطفِ بے پایاں تست
فکرِ ما پروردۂ احسانِ تست

ترجمہ: یہ سب آپ (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہی کے لطف و کرم کے طفیل ہے۔ ہماری فکر آپ کے احسان کی پروردہ ہے۔

حضرت اقبالؒ کی ذات کو عشقِ رسول ﷺ نے روحانی وجدان عطا کیا اور اس جذبے کی شدت نے آپؒ پر الہامی شاعری کے دروازے کھول دیے۔ اسی الہامی شاعری کی بدولت آپؒ نے مسلم اُمت کو خوابِ غفلت سے بیدار کیا۔ ذاتِ رسول کریم ﷺ سے بے پایاں عقیدت اور الہام کی حقیقت کا اظہار آپؒ اپنے ایک مکتوب میں کرتے ہیں ''تنہا خواہش جو میرے جی میں خلش پیدا کرتی ہے، یہ رہ گئی ہے کہ اگر ممکن ہو سکے تو حج کے لیے مکہ مکرمہ جاؤں اور وہاں سے اسی ''ہستی'' کے مزار پر حاضری دوں جس کا ''ذاتِ الٰہی'' سے بے پایاں شغف میرے لیے وجہ تسکین اور سرچشمۂ الہام رہا ہے۔''

(خط بنام سر اکبر حیدری 13 جون 1937ء)

اقبالؒ چونکہ ایک غیر روایتی شاعر تھے اس لیے ان کے کلام میں روایتی نعتیہ اشعار کم ملتے ہیں۔ بظاہر آپ کی شاعری فلسفہ خودی اور نوجوان مسلم کے گرد گھومتی نظر آتی ہے اور کلام کا یہی حصہ زیادہ تر عوام اور خواص کی توجہ کا مرکز رہا ہے لیکن جذبات کی جس شدت کا اظہار رسولِ عربی ﷺ سے وابستہ اشعار میں کیا گیا ہے وہ شدت بقیہ کلام پر حاوی محسوس ہوتی ہے اور اس کے لیے اساس اور source of inspiration فراہم کرتی ہے۔

آپ خود اپنی شاعری کا بنیادی مقصد مسلم اُمت کی اصلاح کے ذریعے رضاء رسول ﷺ کا حصول بیان کرتے ہیں۔ ''میرا مقصد کچھ شاعری نہیں بلکہ ہندوستان کے مسلمانوں میں وہ احساس پیدا ہو جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا خاصا تھا۔ کیا عجب نبی کریم ﷺ کو میری یہ کوشش پسند آجائے اور ان کا یہ استحسان میرے لیے ذریعہ نجات ہو جائے۔'' (مکتوب بنام مولانا غلام قادری گرامی۔ 3 ستمبر 1917ء)

اِقبال رحمتہ اللہ علیہ کی شاعری میں نظریہ عشق اور معرفتِ الٰہی کے بیان کی بنیاد بھی عشقِ رسول کریم ﷺ ہی ہے۔ اس عشق کا اظہار آپ اس تڑپ اور شدت سے کرتے ہیں کہ تمام شاعرانِ دربارِ مصطفیٰ ﷺ اس گرمی عشق کے طلبگار نظر آتے ہیں۔ آپ اپنی ذات میں مچلتے ہوئے عشقِ رسول ﷺ کے اس نغمے کو یوں بیان کرتے ہیں۔

شورِ عشقش در نے خاموشِ من
می تپد صد نغمہ در آغوشِ من

ترجمہ: حضور ﷺ کے عشق کا شور میری خاموش بانسری (روح کی گہرائی) میں بھرا ہوا ہے، میرے پہلو میں سینکڑوں نغمے بے قرار ہیں (کہ اپنے دل کا حال آقا پاک ﷺ کو سنائیں)۔

اقبالؒ اپنے دل کو سوزِ عشقِ مصطفیٰ ﷺ سے گداز پاتے ہیں اور اپنے دردِ دل کا علاج صرف نگاہِ مصطفیٰ ﷺ کو قرار دیتے ہیں۔

آہ زاں دردے کہ در جان و تن است
گوشۂ چشمِ تو داروے من است

ترجمہ: آہ! یہ دردِ عشق جو میری جان وتن میں بس گیا ہے، اس کا علاج صرف آپ کا گوشہ چشم (نظر التفات) ہے۔

آقا پاک ﷺ کی اس نگاہِ التفات کے لیے آپ اُن کے حضور سراپا التجا ہیں۔

گرد تو گردد حریمِ کائنات
از تو خواہی یک نگاہِ التفات

ترجمہ: حضور ﷺ پوری کائنات آپ کے گرد گھوم رہی ہے۔ میں آپ سے ایک نگاہ التفات کی التجا کرتا ہوں۔

اپنے نبی کریم ﷺ کے حضور اشعار کی صورت میں اپنے عشق کا اظہار کرتے ہوئے آپ کن کیفیات سے گزرتے ہیں، اس کا حال آپ اپنے ایک مکتوب (بنام خان محمد نیاز الدین، مکتوبہ 18 مئی 1920) میں بیان کرتے ہیں۔ ''میں نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے ایک فارسی قصیدہ لکھنا شروع کیا ہے۔ ابھی چند اشعار ہی لکھے ہیں مگر ان کے لکھتے وقت قلب کی جو حالت ہوئی اس سے پہلے عمر بھر نہ ہوئی تھی۔ وہ شعر لکھتا ہوں۔

بہر نذر آستانت از عجم آوردہ ام
سجدۂ شوقے کہ خون گردید در سیمائے من

تیغ لا در پنجۂ ایں کافر دیرینہ دہ
باز بنگر در جہاں ہنگامۂ الائے من

ترجمہ: پیارے آقا ﷺ آپ کے آستانے پر نذر کرنے کے لیے میں عجم سے شوق کے سجدے لایا ہوں جو میری رگوں میں خون کی طرح دوڑ رہے ہیں۔ آپ مجھ پرانے گنہگار کے ہاتھ میں نفی کی تلوار دیجیے اور میری روح میں برپا ہنگاموں پر پھر سے نظر کیجیے۔''

عشقِ مصطفی ﷺ حضرت اقبال رحمتہ اللہ علیہ کے قلب میں یوں جا گزیں ہے کہ ذکرِ محبوب ﷺ سن کر یا پڑھ کر آپؒ پر گریہ کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ آپ کی اس قلبی کیفیت کا غماز یہ خط ہے۔ ''حلیمہؓ کی روایت آپ نے خوب لکھی اور شعر نے تو مجھ پر ایسا اثر کیا کہ قریباً ''بے ہوش'' ہوگیا۔ کئی دن سے طبیعت پر قبض تھی۔ اس شعر نے ایسی کشائش کی کہ دل کا بخار سیال بن کر آنکھوں کی راہ سے نکل گیا۔'' (مکتوب بنام مولانا غلام قادر مورخہ 20 نومبر 1918ء)

آپؒ عشق کی اسی کیفیت اور تڑپ کو اپنی جان کے لیے باعثِ سکون قرار دیتے ہیں۔

در تپید و مبدم آرام من
گرم تراز صبح محشر شام من

ترجمہ: ہر ہر لمحے کی تڑپ میں میرے لیے سکون اور راحت ہے۔ میری شام صبحِ محشر سے بھی زیادہ گرم ہے۔

رسالت مآب ﷺ کے ساتھ علامہ اقبال کی والہانہ عقیدت کا اندازہ ان کی چشمِ غمناک اور دیدہ تر سے ہوتا ہے۔ جہاں کہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام ان کے سامنے کسی نے لیا، ان پر جذبات کی شدت اور رقت طاری ہوگئی اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہوگئے۔ ڈاکٹر جاوید اقبال رقمطراز ہیں ''میں نے اماں جان کی موت پر بھی انہیں آنسو بہاتے نہیں دیکھا تھا مگر قرآن مجید پڑھتے وقت یا کوئی شعر پڑھتے وقت یا رسول اللہ ﷺ کا اسم مبارک آپؒ کی نوکِ زبان پر آتے ہی ان کی آنکھیں اشکوں سے بھر جایا کرتی تھیں۔ (بحوالہ داستانِ اقبال)

☆ ایک موقع پر ارشاد فرمایا: ''میں تو یہ بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی شخص میرے پاس آ کر کہے کہ تمہارے پیغمبر ﷺ نے ایک دن میلے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔''

حقیقی محبت محبوب سے منسوب ہر چیز سے محبت کا تقاضا کرتی ہے۔ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے بھی محبت کے اس تقاضے کو کما حقہ پورا کیا ہے۔ انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شہر اقدس کے خاک کے ذروں سے اس درجہ عقیدت ہے کہ وہ ان ذروں کو جہاں کی ہر چیز پر فوقیت دیتے ہیں۔

خاکِ یثرب از دو عالم خوش تر است
اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

ترجمہ: یثرب کی خاک دونوں جہانوں سے کہیں بہتر ہے۔ وہ کتنا مبارک (جاودانی ٹھنڈک پیدا کرنے والا) شہر ہے جس میں دلبر رہتا ہے۔

خاکِ یثرب کو چومنے اور روضہ محبوب ﷺ پر حاضری دینے کی تڑپ میں گزرنے والی کیفیات کا ذکر اپنے اس مکتوب میں کرتے ہیں۔ ''الحمد للہ کہ آپ خیریت سے ہیں اور حج کی تیاریوں میں مصروف۔ کاش کہ میں بھی آپ کے ساتھ چل سکتا لیکن افسوس کہ جدائی کے ایام ابھی کچھ باقی معلوم ہوتے ہیں۔ میں تو اس قابل نہیں ہوں کہ حضور ﷺ کے روضہ مبارک پر بھی یاد کیا جا سکوں، اُمید ہے کہ آپ اس دربار پر پہنچ کر مجھے فراموش نہ فرمائیں گے۔'' (مکتوب بنام مخدوم الملک سید غلام میراں شاہ محررہ 2 ستمبر 1937ء)

اسی طرح 1905 میں لندن جاتے وقت عدن کی بندرگاہ پر ساحلِ عرب کو دیکھ کر آپؒ نے یہ تاریخی الفاظ رقم کیے۔ ''اے عرب کی مقدس سرزمین تجھے مبارک ہو تو ایک پتھر تھی جس کو دنیا کے معماروں نے رد کر دیا تھا مگر ایک یتیم بچے نے خدا جانے تجھ پر کیا افسوں پڑھا کہ موجودہ دنیا کی تہذیب و تمدن کی بنیاد تجھ پر رکھی گئی۔ تیرے ریگستانوں نے ہزاروں نقشِ قدم دیکھے ہیں۔ کاش میرے بدکردار جسم کی خاک تیری ریت کے ذروں میں مل کر تیرے بیابانوں میں اُڑتی پھرے اور یہی میری آوارگی اور میری زندگی کے تمام تاریک دنوں کا کفارہ ہو۔ کاش میں تیرے صحراؤں میں لٹ جاؤں اور دنیا کے تمام سامانوں سے آزاد ہو کر تیری تیز دھوپ میں جلتا رہوں اور پاؤں کے آبلوں کی پرواہ نہ کرتا ہوا اس پاک سرزمین میں جا سکوں جہاں کی گلیوں میں اذانِ بلال رضی اللہ عنہ کی عاشقانہ آواز گونجی تھی۔'' (بحوالہ داستانِ اقبال صفحہ 44)

مدینہ منورہ کی قدر و منزلت اور خاکِ حجاز سے عقیدت میں آپ فرماتے ہیں:

وہ زمیں ہے مگر اے خوابگاہ مصطفی ﷺ
دید ہے کعبے کو تیری حج اکبر سے سوا
خاتم ہستی میں تو تاباں ہے مانند نگیں
اپنی عظمت کی ولادت گاہ تھی تیری زمیں
تجھ میں راحت اس شہنشاہ معظم ﷺ کو ملی
جس کے دامن میں اماں اقوام عالم کو ملی
جب تلک باقی ہے تو دنیا میں باقی ہم بھی ہیں
صبح ہے تو اس چمن میں گوہر شبنم بھی ہے

تمناء راہِ حجاز کے لیے ایک دعائیہ شعر بھی ان کی عقیدت کی غمازی کرتا ہے۔

ہوا ایسی کہ ہندوستان سے اقبالؒ
اڑائے مجھ کو غبارِ راہِ حجاز کرے

علامہ اقبالؒ بلاشبہ فنافی الرسول ﷺ کے مرتبے پر فائز تھے۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کا کلام اور ان کی محفلوں میں رونما ہونے والے روح پرور واقعات تھے۔ عشق کی اس شدت اور اللہ کے محبوب سے روحانی تعلق نے ان پر رازِ پنہاں اور حقیقتِ محمدیہ ﷺ کے تمام اسرار منکشف کر دیئے آقا پاک ﷺ نے فرمایا: ''میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام مخلوق میرے نور سے ہے۔'' علامہ اقبال اس حقیقت کو بڑے دلنشین پیرائے میں اشعار کے قالب میں ڈھالتے ہیں۔

امت او مثل او نور حق است
ہستی ما از وجودش مشتق است

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کی امت بھی آپ کی طرح اللہ کا نور ہے۔ ہماری ہستی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے وجود سے پیدا ہوئی۔

ہستی مسلم تجلی گاہ او
طور ہا بالد زِ گرد راہ او

ترجمہ: مسلمان کا وجود حضور ﷺ کی جلوہ گاہ (تجلیات کا کرشمہ) ہے۔ آپ کی راہ کی گرد سے کئی طور پیدا ہوتے ہیں۔

پیکرم را آفرید آئینہ اش
صبح من از آفتاب سینہ اش

ترجمہ: حضور ﷺ کی ذات جو اللہ کا آئینہ ہے' میرے وجود کا باعث ہے (میرا وجود انہی سے پیدا ہوا)۔ میری زندگی کی صبح حضور ﷺ کے مبارک سینے کے آفتاب سے ہی وجود میں آئی۔

چوں گل صد برگ مارا بو یکسیت
اوست جان این نظام و او یکسیت

ترجمہ: سینکڑوں پتیوں والے پھول کی طرح ہماری خوشبو ایک ہے (یعنی نور محمدی) حضور ﷺ کی ذات اس کائنات کی روح ہے اور وہ روح ایک ہی ہے۔

سر مکنون دل او ما بدیم
نعرہ بے باکانہ زد افشا شدیم

ترجمہ: ہم حضور ﷺ کے دل کے چھپے ہوئے بھید تھے۔ آپؐ نے کلمہ توحید کا نعرہ بلند کر کے ہمیں ظاہر کیا۔

مست چشم ساقی بطحا ستیم
در جہاں مثل مے و مینا ستیم

ترجمہ: ہم ساقی بطحا (نبی اکرم ﷺ) کی آنکھوں میں مست و سرشار ہیں۔ دنیا میں ان سے ہمارے تعلق کی مثال شراب اور صراحی کی سی ہے۔ (صراحی جسم اور شراب روح)

حضرت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ حیات النبی ﷺ کے زبردست قائل ہیں اور اپنے اشعار و مکتوبات میں اس عقیدہ پر پر زور اصرار کرتے ہیں۔ ''نبی کریم ﷺ کی زیارت مبارک ہو۔ اس زمانے میں یہ بڑی سعادت کی بات ہے۔ دوسری رویا کا مفہوم بھی یہی ہے۔ قرآن کریم کثرت سے پڑھنا چاہیے تا کہ قلب محمدی ﷺ نسبت پیدا کرے۔ میرا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ زندہ ہیں اور اس زمانے کے لوگ بھی ان کی صحبت سے اسی طرح مستفیض ہو سکتے ہیں جس طرح صحابہ ؓ ہوا کرتے تھے۔'' (مکتوب بنام محمد نیاز الدین خان۔ 14 جنوری 1922)

☆ ''غزل مرسل خدمت ہے۔۔۔۔ اگر آپ کو مجھ سے اتفاق نہ ہو تو اسی طرح رہنے دیجیے کیونکہ آپ کا مذاق زیادہ معتبر ہے۔ مقطع کی نسبت تو میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ بارگاہ نبوی ﷺ میں مقبول ہوا۔'' (مکتوب بنام مولانا غلام قادر گرامی۔ 25 دسمبر 1921)

کمتراز آنے ز اوقاتش ابد
کاسب افزایش از ذاتش ابد

ترجمہ: ابد حضور اکرم ﷺ کے اوقات کے ایک پل سے بھی کمتر ہے۔ ابد حضور اکرم ﷺ کی ذات مبارک سے فیضان حاصل کرنے والا ہے۔

اقبال کے نزدیک کائنات کا وجود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود سے ہی قائم ہے۔ دنیا جہان کی ہر خوبصورتی اُسی ذات بے مثال سے منسلک ہے۔

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا ستادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

پیغمبر ﷺ سے اس والہانہ عقیدت کا نتیجہ ہے کہ آپؒ آقا پاک ﷺ کے عشق کو مسلمان کی زندگی کا جزو لاینفک قرار دیتے ہیں اور اس عشق کو ہی مسلمان کی نجات کا باعث اور عروج کی وجہ بیان کرتے ہیں۔

ہر کہ عشق مصطفی ﷺ اوست
بحروبر در گوشہ دامان اوست

ترجمہ: جسے حضور پاک ﷺ کے ساتھ محبت کی دولت حاصل ہے تو دنیا کا کل خشک و تر اس کے دامن کے ایک گوشے میں موجود ہے۔

دل ز عشق او توانا میشود
خاک ہمدوش ثریا میشود

ترجمہ: دل مسلم ان (حضور ﷺ) کے عشق سے توانا ہوتا ہے اور خاک بھی مرتبے میں عروج پا کر ثریا کے ہم پلہ ہو جاتی ہے۔

اقبالؒ کے نزدیک دامن مصطفی ﷺ سے وابستہ ہوئے بغیر وہ آتش عشق نصیب نہیں ہو سکتی جو پیکر خاکی کو صدرشک ملائک کرتی ہے۔ اقبال جب ارض و سما کی وسعتوں پر نظر ڈالتے ہیں اور جہان رنگ و بو کی گہرائیوں میں اتر کر دیکھتے ہیں تو انہیں ہر پہلو وجود عشق مصطفی ﷺ سے لبریز نظر آتا ہے۔ وہ جب جذب دروں کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہوتے ہیں تو انہیں جملہ مظاہر آفتاب مصطفی ﷺ کی کرنوں سے منور نظر آتے ہیں اسی لیے وہ بے ساختہ کہہ اٹھتے ہیں۔

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرہ ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب
شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقر جنیدؒ و بایزیدؒ تیرا جمال بے نقاب

الغرض اقبالؒ کے کلام کا لب لباب' خلاصہ اور جوہر عشق رسول ﷺ اور اتباع رسول ﷺ ہے۔ اقبالؒ کے نزدیک امتِ مسلمہ کی عظمت رفتہ کا راز محبوب کریم ﷺ کی محبت کو دلوں میں رچا بسا لینے میں ہے۔ آپؒ مسلم اُمت کے بگاڑ کی درستگی اور مسلمانوں کے ایمان کی پختگی اور سلامتی کے لیے عشق نبی ﷺ کو ہی نسخہ کیمیا قرار دیتے ہیں اور اس دولتِ عظمیٰ کے حصول کی ترغیب دیتے ہیں۔

سر جھکا کر مانگ لے عشق نبی ﷺ اللہ سے
جذبہ سیف الٰہی' زور علیؓ اللہ سے

بقیہ: وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ

''وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ'' کا اس سے بڑا جیتا جاگتا اور سکہ بند ثبوت بھلا اور کیا ہو سکتا ہے۔ یہ ذکر کل بھی بلند تھا' آج بھی بلند ہے اور کل بھی بلند رہے گا۔ یہ ذکر ازل سے بلند ہے اور ابد تک بلند رہے گا۔ یہ ذکر اس گھڑی تک بلند رہے گا جب تک اللہ کا نام بلند ہے اور اس وقت تک موجود رہے گا جب تک اللہ موجود ہے اور اللہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس ذکر کو بلند کرنے کے لیے بلند آواز ضروری نہیں' بلند دعویٰ درکار نہیں' جو بھی سچے دل اور صحیح عقیدے سے ایک بار خود کو اس سے وابستہ کر دے گا' وہ اس کا حصہ بن جائے گا۔ یہ ذکر بلند سے بلند تر ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا' کیونکہ اس کی جبلت میں بلند ہونا ہے اور اپنے وابستگان کو بھی بلند سے بلند تر کرتا رہا ہے اور کرتا رہے گا' کیونکہ اسے بلند کرنے کا ذمہ اس نے لیا ہے جو کائنات کی ہر شے سے بلند و برتر ہے۔



حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے گھر کے سامنے ہی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی کیوں بیٹھی؟

مراسلہ: محمد ندیم سروری قادری

تاریخ بتاتی ہے کہ ہجرتِ مدینہ سے تقریباً ایک ہزار سال قبل یمن کا تبع الحمیری نامی حکمران اپنے لشکر اور سینکڑوں علماء کرام کے ساتھ بیت اللہ شریف کی زیارت کی غرض سے اس خطے میں آیا۔ خانہ کعبہ کی زیارت کرنے اور اسے غلاف پہنانے کے بعد وہ واپسی پر اپنے لشکر سمیت یثرب کی سرزمین سے گزرا۔ اس وقت یثرب ایک چشمے کا نام تھا جہاں آبادی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ یمن کے بادشاہ کے ساتھ ۴۰۰ سے زائد آسمانی کتابوں کا علم رکھنے والے صاحبِ کمال علماء تھے۔ اُنہوں نے جب سرزمین یثرب کے محل وقوع اور آثار کا جائزہ لیا تو سابقہ الہامی صحیفوں میں مذکور بشارات اور نشانیوں کی روشنی میں وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہی مقام اور مقدس خطہ زمین ہے جو نبی آخر الزماں ﷺ کا مقام ہجرت بنے گا۔ ان کے علم، شوق، وجدان اور عشق نے اُنہیں واپس جانے سے روک لیا، اُنہوں نے متفقہ طور پر اس مقامِ مقدسہ پر رہنے کا ارادہ کر لیا اور بادشاہ کو اپنے فیصلے سے آگاہ کر دیا۔ روایات میں ہے کہ جب تبع الحمیری نے ان علماء سے اس خطے میں ٹھہرنے کی حکمت دریافت کی تو اُنہوں نے کہا: انا نجد فی کتبنا أن نبیا اسمه محمد هذه هجرة فنحن نقیم لعلنا نلقاه (صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد ۳: ۲۷۴) ''ہماری کتابوں میں موجود ہے کہ نبی جس کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے یہ شہر اس کا دار الہجرت ہے، پس ہم یہاں اس نبی کے شوقِ لقاء میں مقیم رہیں گے۔''

جب یمن کے حکمران کے علم میں یہ بات آئی کہ اس خطہ دلنواز کے مقدر میں رسول آخر ﷺ کا دار الہجرت ہونا لکھا جا چکا ہے تو اس نے بھی علماء کے ساتھ یہیں ٹھہرنے کا فیصلہ کر لیا۔ حضور ﷺ کے شوقِ دیدار میں نہ اپنی سلطنت کا خیال رہا اور نہ ہی کسی اور چیز کا، محبتِ رسول ﷺ اس کی رگ و پے میں سرایت کر گئی اور روح ذکرِ محمدی ﷺ سے سرشار ہوگئی، لیکن اسے نہیں معلوم تھا کہ مطلع فاراں پر ستارۂ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کب طلوع ہو گا اور حضور ﷺ کب ہجرت کر کے اس شہر بے مثال کو اپنی قدم بوسی کا شرف عطا کریں گے، تبع الحمیری بادشاہ نے اپنے ہر عالم کے لیے گھر بنوایا، پھر چار سو لونڈیاں خرید کر ان کا نکاح ایک ایک عالم سے کر دیا۔ اس نادیدہ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک گھر نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھی تعمیر کرایا کہ جب ہجرت کر کے آقائے دو جہاں ﷺ یہاں تشریف لائیں تو اپنے ہی گھر میں قیام کریں۔ اس گھر میں ''شامل'' نامی عالم کو آباد کیا۔ وہ گھر جو نسل در نسل منتقل ہوتا رہا مرورِ ایام سے حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی تحویل میں آ گیا۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ اسی شامول کی اکیسویں پشت میں سے تھے جس نے دوسرے علماء کے ساتھ ایک ہزار سال قبل حضور ﷺ کے دار الہجرت میں قیام کی سعادت حاصل کی تھی اور جن کی ہر نسل حضور ﷺ کی راہ دیکھتے دیکھتے اپنی طبعی عمر کو پہنچ کر ملکِ عدم سدھار جاتی اور پھر نئی نسل آپ ﷺ کی آمد کے لمحے کا انتظار کرنے لگتی۔

و بنی للنبی دارا ینزلها اذاقدم المدینه فتد اول الدار الملاک الی ان صارت لأبی أیوب و هو من ولد ذالک العالم. (صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد ۳: ۲۷۴، ضیاء النبی)

''اس نے حضور ﷺ کے لیے یہ تعمیر کیا تھا تاکہ جب آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ آئیں تو اس میں قیام فرمائیں۔ یہ مکان اکیسویں پشت میں حضرت ابو ایوبؓ کی ملکیت میں آیا جو شامل نامی اس عالم کی اولاد میں سے تھے۔''

شاہِ یمن عشق اور ایمان کے جس مقام پر کھڑا تھا وہ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوا ہے، نبی آخر الزماں ﷺ کے ظہور سے ایک ہزار سال قبل اس نے والی کون و مکاں ﷺ کے نام اپنے مکتوب میں لکھا: أما بعد، یا محمد! فانی آمنت بک و بربک و رب کل شئ و بکل ماجاءک من ربک من شرائع الاسلام و الایمان وانی قلت ذلک فان أدر کتک فیها و نعمت و ان لم أدر کک فاشفع لی یوم القیامة ولا تنسنی فانی من أصل الأولین و بیعتک قبل مجیئک وقبل ان یر سلک الله وأنا علی ملتک و ملة ابراهیم. (حلبی، السیرة الحلبیة ۲: ۲۷۹)

ترجمہ: ''یا محمد (ﷺ)! میں آپ پر اور آپ (ﷺ) کے ربّ پر اور کائنات کی ہر شے کے ربّ پر اور آپ (ﷺ) کے ربّ کی طرف سے آپ پر دینِ اسلام اور ایمان کے باب میں جو احکام نازل ہوئے ان پر ایمان لایا اور اگر میں نے آپ ﷺ کا زمانہ پالیا اور آپ ﷺ کی زیارت کی نعمت سے بہرہ یاب ہوا تو یہ میری خوش بختی ہوگی اور اگر مجھے آپ ﷺ کا زمانہ نصیب نہ ہو سکے تو روزِ قیامت میری شفاعت فرمایئے گا اور مجھے فراموش نہ کیجیے گا کہ میں پہلوں کی نسل سے ہوں اور آپ کی آمد اور اللہ کے بھیجنے سے پہلے ہی آپ کی بیعت کرتا ہوں، میں آپ ﷺ کے اور ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہوں۔''

تبع الحمیری اپنے تمام لشکر کے ہمراہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شہرِ ہجرت یثرب کی گلیوں اور بازاروں میں جلوس کی شکل میں گھومتا رہا اس کی محبت اور عشق کا یہ عالم تھا اس نے سوز و گداز سے معمور اشعار کا ورد کیا جس سے یثرب کی فضا معطر ہوگئی وہ کہتا تھا ''میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے رسول برحق ہیں وہ اللہ جو روحوں کا پیدا کرنے والا ہے اگر میری عمر آپ ﷺ کے زمانہ تک باقی رہی تو میں ضرور آپؐ کے چچا کے بیٹے (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) کی طرف آپؐ کا مددگار اور معاون بنوں گا اور تلوار ہاتھ میں لے کر آپؐ کے دشمنوں سے ایسا جہاد کروں گا کہ آپؐ کے دِل سے تمام غم دور ہو جائیں گے'' تاریخِ عالم میں عید میلاد النبی کا یہ پہلا جلوس تھا جو یثرب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت سے ایک ہزار سال قبل نکالا گیا یہ اتنا بڑا جلوس تھا جس کی قیادت خود شاہِ یمن نے کی اس جلوس کے شرکاء یا محمدؐ یا محمدؐ کے فلک شگاف نعرے لگائے اور ہادی کون و مکاں کو یاد کر کے آنسو بہائے اور یثرب کی گلیوں اور بازاروں کا طواف کیا۔ اس جلوس کا ایک ایک فرد عشق رسول ﷺ میں ڈوبا ہوا تھا۔

اس بادشاہ نے وہ خط جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے سونے سے سربمہر کیا اور ان علماء میں سب سے بڑے عالم (شامل) کے حوالے کر دیا۔ وہ خط نسل در نسل منتقل ہوتا رہا۔ دس صدیاں گزر گئیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے اور اونٹنی ابو ایوب انصاریؓ کے گھر کے سامنے بیٹھ گئی اور ہادیِ برحق ﷺ نے دارِ ابو ایوبؓ میں قیام کیا تو حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے وہ خط جو ایک ہزار سال قبل، شاہِ یمن نے والی کون و مکاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام تحریر کیا تھا پیش کر دیا۔ (یوسف صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۳: ۲۷۴، ضیاء النبی)

سرورِ کائنات ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا کہ وہ خط پڑھ کر سنائیں آپ ﷺ نے یہ خط سن کر نہ صرف تبع الحمیری کا اسلام قبول کیا بلکہ اس کی شفاعت کی درخواست کو بھی قبول فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان مبارک سے تین بار ''مرحبا بالاخ الصالح'' کے الفاظ ادا ہوئے یعنی میں اپنے نیک بھائی کو مرحبا کہتا ہوں۔

یہ تھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تقریباً ایک ہزار سال قبل کے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پذیرائی اور عزت افزائی۔ محبوب (ﷺ) نے اپنے محبّ کو ایک ہزار سال کے بعد بھی یاد رکھا اسی لیے اونٹنی قصوا حضرت ایوب انصاریؓ کے گھر کے سامنے بیٹھی۔ کیا کہتے ہیں عشقِ رسول ﷺ کے منکر اس کے بارے میں؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دیدارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے ایک بار حضورِ اکرم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے تین چیزیں ہی پسند ہیں: ''رسول اللہ ﷺ کے چہرہ اقدس کو تکتے رہنا (دیدار میں محو رہنا) اللہ کا عطا کردہ مال رسول اللہ (ﷺ) کے قدموں میں نچھاور کرنا اور میری بیٹی کا آپ (ﷺ) کے عقد میں آنا۔ (منبہات ابن حجر 21-22)

☆ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ مجلسِ محمدی ﷺ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''رسولِ خدا ﷺ جب اپنے مہاجر اور انصار صحابہؓ میں تشریف فرما ہوتے تو کوئی آدمی بھی آپ ﷺ کی طرف نگاہ بھر کر نہیں دیکھتا تھا ہاں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کو دیکھتے رہتے اور وہ دونوں آپ ﷺ کو دیکھ کر مسکراتے اور آپ (ﷺ) اِن دونوں کو دیکھ کر تبسم فرماتے۔''

یہ محرمِ راز و اسرار کی کیفیت ہے جن کو اہلِ عشق (فقر) ہی سمجھ سکتے ہیں۔ محبّ اپنے محبوب ﷺ کی ''حقیقت'' کے محرم ہیں اور محبوب اُن پر ''حقیقت'' کے مزید اسرار وا کر رہا ہے اور اسرار کی حفاظت پر اُن پر مسکراہٹ اور تبسم سے ناز فرما رہا ہے یہ وہ مے ہے کہ نگاہوں سے پلائی اور نگاہوں سے ہی پی جاتی ہے۔

نعت رسول مقبولؐ

حضورؐ نعت سنانے مدینے آجاؤں
میں دِل کی بات بتانے مدینے آجاؤں

حضورؐ آپؐ بلائیں تو بات بنتی ہے
میں بگڑی اپنی بنانے مدینے آجاؤں

تڑپ رہا ہوں جدائی میں یارسولؐ اللہ
دریچہ دِل کا دکھانے مدینے آجاؤں

یہاں تو روز وفاؤں کے لاشے گرتے ہیں
حضورؐ جان لٹانے مدینے آجاؤں

حضورؐ آپؐ ہیں قاسم میں کیسے نہ مانگوں
مُرادیں من کی میں پانے مدینے آجاؤں

تڑپ رہے ہیں دِل و جاں حاضری کے لیے
کہیں تو پیاس بجھانے مدینے آجاؤں

مجیدؔ آپؐ کے قدموں میں جاں نکل جائے
یہی ہے آس بڑھانے مدینے آجاؤں

●●● عبدالمجید چٹھہ ●●●



رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ملک شیر شاہ گاڑا (کھبکی) وادی سون ضلع خوشاب

کائنات جب بھی ظلمات پیہم میں کھونے لگتی ہے خداوند قدوس وکریم اپنے برگزیدہ نبیوں کے روپ میں شمع حق کو تابندگی کے لیے روشن کرتا رہا۔ قرآنِ مجید فرقانِ حمید اور تمام کتب آسمانی اور صحیفوں کے مطابق انبیائے کرام علیہم السلام کی تشریف آوری کا مقصد صرف اور صرف انسانیت کو راہِ فلاح دکھلانا مقصود ٹھہرایا۔ انبیاء کرام علیہ السلام کو مبعوث فرمانے کا مقصد ہی یہی ہے کہ ہدایت مشخص صورت میں لوگوں کے سامنے ہو اور ان شخصی نمونوں کو دیکھ کر انسانیت ہدایت حاصل کرے۔ اگر محض اللہ تعالیٰ کی وحی اور کلامِ الٰہی سے مخلوق کو ہدایت دینے کا مقصد پورا ہو سکتا تو اللہ تعالیٰ زمین پر انبیائے کرام علیہم السلام کو کبھی مبعوث نہ فرماتا بلکہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر تھا کہ وہ اپنا پیغام ہدایت وحی اور الہام کی صورت میں ہر ایک شخص تک براہِ راست پہنچا دیتا مگر اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا بلکہ اربوں انسانوں کو ہدایت دینے کے لیے ایک شخص کو نمونہ بنایا۔ ہدایت کو مشخص کر دیا اور فرمایا: (ترجمہ) ’’بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔‘‘ (الاحزاب 21:33)

محسن انسانیت ﷺ کا ظہور ایسے حالات میں ہوا جبکہ پوری انسانیت تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ کہیں دورِ وحشت چل رہا تھا اور کہیں بت پرستی کی لعنتوں نے آدمیت کی توقیر وعظمت کا جنازہ نکال رکھا تھا۔ توہمات و جہالت کا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ قبائلی رسوم نے سارے معاشرے کو اپنے شکنجے میں جکڑا ہوا تھا۔ وہ دولت و طاقت کو فضیلت و برتری کا معیار سمجھتے تھے۔ انسان ذات پات کے نظام میں بٹے ہوئے تھے۔ دنیا پر ہر طرف فارس وروم کی ظاہری چمک دمک اور گھسی پٹی تمدن کا رنگ نمایاں تھا مگر ان شیش محلوں کے اندر بدترین مظالم اور ناانصافی کا دور دورہ تھا۔ خود عرب کے قریب ترین ماحول کا تصور دل دہلا دینے والا تھا۔ وہاں عاد وثمود کے ادوار میں سباء عدن اور یمن کی سلطنتوں کے سائے میں جس تہذیب کی روشنی رونما ہوئی تھی اسے گل ہوئے ایک زمانہ بیت گیا تھا۔ بقیہ عرب پر دورِ وحشت کی رات چھائی ہوئی تھی۔ ہر طرف ایک انتشار تھا انسانوں کے درمیان تصادم تھا۔ جنگ و جدل اور لوٹ مار کا بازار گرم تھا۔ شراب، زنا اور جوئے سے پروان چڑھنے والی ثقافت زوروں پر تھی۔ قریش نے مشرکانہ اور بت پرستانہ مذہب اختیار کر رکھا تھا۔ سود خوری اور غلام سازی عام تھی۔ کمزور طاقت والوں کے قدموں میں سجدہ ریز تھے۔ یہ تھے وہ حالات جن میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عظیم ترین تبدیلی کا پیغام لے کر ایک وتنہا اُٹھے۔

دنیا میں نیک اور حساس لوگ بکثرت پائے گئے ہیں۔ جنہوں نے بدی سے نفرت کی مگر بدی سے مقابلہ نہ کر سکے اور اپنی جان کی سلامتی کے لیے تمدن سے کنارہ کش ہوکر غاروں میں پناہ گزین ہوئے۔ مگر حضور نبی کریم ﷺ نے انسانیت کی ناؤ کو موجوں میں ہچکولے کھاتے چھوڑ کر اپنی جان کی فکر نہ کی اور بدی کی ہلاکت خیز گردابوں سے لڑ کر ساری اولادِ آدم کے لیے نجات کا راستہ کھولا۔ اور روم اور ایران کی مرعوب کن قیادتوں کے تخت الٹ دیئے اور عوام الناس کو خوفناک تمدنی قفس سے نکال کر آزاد فضاؤں میں اڑنے کا موقع دیا۔ یوں رسول عربی ﷺ خلقِ خدا کے لیے نجات دہندہ بن کر تشریف لائے۔ اور دنیا کو تباہی اور بربادی کے گڑھے سے نکال کر زندگی کی سچائیوں اور حقیقتوں کی راہ پر گامزن کیا۔ جہالت کی اس شب تاریک میں آپ ﷺ کی آمد طلوعِ فجر کی مانند ہوئی۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرما کر روئے زمین کے انسانوں پر بہت بڑا احسان فرمایا اور اپنے پیارے نبی ﷺ کے ذریعے دنیا کو اپنا پیغام برحق پہنچانے پر معمور کیا۔ اللہ کے آخری رسول ﷺ نے کمالِ حکمت سے اس دنیاوی زندگی کو انسان کی لامتناہی ابدی زندگی سے مربوط کر کے انسان کے قرب الی اللہ کے سفر کی ایسی واضح تصویر کشی کی اور ساتھ ہی ساتھ 23 سالہ جدوجہد کے ذریعے خود اس تصور کے مرقع بنے کہ تاریخ کا دھارا مڑ گیا۔ اسی حکمتِ عملی کی بنا پر جو نسل، زبان، جغرافیہ اور تاریخ کی بنا پر قریب تھے وہ دور ہوئے اور انسانی اقدار کو سینے سے لگانے کی بنا پر جو دور تھے قطعی اجنبی تھے وہ ایک دوسرے کے بھائی بنے۔ رنگ کی بنیاد پر جو غلام ابن غلام شہر کی تاریک گلیوں میں سے زندگی بھر باہر آنے کی جرأت نہیں کر پائے تھے وہ عزتِ نفس واپس حاصل کر کے انسانوں میں شمار ہونے لگے اور اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی وجہ سے معاشرے میں اکابرین کا درجہ پانے لگے۔ اگر گہرائی سے جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ درحقیقت سیرت نبوی اور اسوہ محمدی ﷺ ہی وہ واحد منبع ہے جس سے عالمِ اسلام کی زندگی اور اسلامی معاشرے کی سعادت کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ آپ ﷺ کی ذات بابرکات پر بے شمار درود وسلام ہو۔ سرورِ کونین سرکارِ دوعالم ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور حیاتِ پاک ہر مسلمان کے لیے اسوہ حسنہ اور نمونہ عمل ہے۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی گزارنے کے لیے ہمیں ہر قدم پر

ہر شعبہ زندگی میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی راہنمائی کی ضرورت ہے ۔ آپ ﷺ دنیا میں آخری پیغمبر کی حیثیت سے تمام علمی کمالات کے جامع اور انسانِ کامل کا نمونہ بنا کر بھیجے گئے تھے۔آپ ﷺ نے امت کو صرف عقائد اور عبادات ہی کی ہدایت نہیں فرمائی بلکہ زندگی کے ہر میدان میں وہ حکمت آفرین ہدایت دی ہیں جن پر عمل کر کے دین و دنیا کی نعمتیں حاصل کی جاسکتی ہیں۔ اور اس کے بعد راہنمائی کے لیے ہمیں کسی اور جانب دیکھنے کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ اگر دنیا اس حکیمانہ فکر و عمل کو اپنائے تو جس انتشار اور اضطراب میں وہ آج پھنسی ہوئی ہے اس میں مبتلا نہ ہو۔اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:(ترجمہ) ''یقیناً تمہارے ہر اس شخص کے لیے اللہ کے رسول ﷺ میں بہترین اسوہ ہے جو اللہ اور روزِ آخرت کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بکثرت یاد کرتا ہو''

یہ سب حضور ﷺ کی تعلیمات کا اثر تھا جو اللہ کے آخری نبی ﷺ نے مسلمانوں کے درمیان اخوت اور آپس میں ایک دوسرے سے ہمدردی اور جانثاری کے لیے دی تھیں۔ انہی تعلیمات کی وجہ سے اسلام نے ایک عقیدے کی وحدت کے علاوہ تمام دیگر امتیازات کو کالعدم قرار دے دیا تھا۔ اور اس طرح تمام انسانوں کے درمیان جو رشتہ مؤدت و اخوت قائم کر دیا تھا وہ حسب نسب کے تعلقات اور خون کے رشتوں سے کہیں زیادہ مضبوط تھا۔

یہ سب نبی آخرالزماں ﷺ کی تعلیمات کا اثر تھا کہ مسلمان جن کے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہو اور جنوب و شمال کا بُعد ہو ان کے دِل ایک ساتھ دھڑکنے لگے یہ انہی تعلیمات کا اثر تھا کہ ایک عالمی امت نے وجود پایا جو معنوی اور مادی فاصلوں کے علی الرغم امتِ واحدہ تھی۔ اور یہ بھی حضور پُر نور ﷺ کی تعلیمات کا نتیجہ تھا کہ کائنات ارضی کے بسنے والوں کے لیے نظم و ضبط کے ساتھ ایک نمونۂ حیات مقرر اور ایک طرزِ زندگی متعین کر دیا جس نے انسان کے مرتبے کو بلند کر دیا اور امت خیر و شر میں تمیز اور امتیاز کے قابل بن گئی۔ یہ حضور ﷺ کا اعجاز تھا کہ جس نے حضرت بلالؓ حبشی غلام کو جو قطعی طور پر ان پڑھ، نابلد، معاشرے سے دور، ہر قسم کی ثقافت سے تہی دامن تھا کچھ اس سادہ انداز میں توحید کا دقیق نقطہ سمجھایا کہ گرم جھلسا دینے والی ریت، سینے پر گرم بھاری سل اور آنکھوں کے سامنے دہکتا ہوا سورج، احدیت کو ذہن سے محو نہ کر سکا۔ یہ بھی آپ ﷺ کا اعجاز تھا کہ جن لوگوں نے اپنے آپ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سپرد کیا اور انہوں نے خاندانوں، قبیلوں، قومیتوں، وطن پرستوں اور حسب نسب کے اختلافات اور رنگ و شباہت کی نسلی اور ملکی خصوصیات کو یکسر بھلا کر ایک اٹوٹ وحدت میں خود کو گم کر دیا اور ایک آفاقی امت میں اس طرح ضم ہو کر رہ گئے کہ ساری نسبتیں مٹا کر صرف ابنائے اسلام اور اسلامی برادری کے ارکان بن گئے۔ کہ اللہ ان سب سے راضی ہوا۔

پیغمبرِ اسلام حضرت محمد رسولِ عربی ﷺ کا اصل کارنامہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی دعوت نے پورے اجتماعی انسان کو بدل دیا ہے۔ اندر باہر، ظاہر باطن کا ایک ہی رنگ اختیار کیا ہے۔ اور یہی ایک رنگ لے کر بازار تک، مدرسہ تک گھروں سے لے کر میدانِ جنگ تک چھا گیا۔ خیالات کی ردوبدل ہوگئی، عادات و اطوار بدل گئے، نگاہ کا زاویہ تبدیل ہو گیا اور رسوم رواج تبدیل ہو گئے، حقوق و فرائض کی تقسیم بدل گئی، خیر و شر کے معیار و اقدار، حرام و

حضرت بلالؓ کا عشقِ رسول ﷺ

شارح بخاری امام کرمانی نقل کرتے ہیں کہ جب آقائے دوجہاں ﷺ کا وصال مبارک ہوا تو سیدّنا بلالؓ نے شہر مدینہ چھوڑنے کا ارادہ کرلیا۔ سیدنا صدیقِ اکبرؓ کو جب آپؓ کے ارادے کا علم ہوا تو انہیں اس ارادے کو ترک کرنے کے لیے فرمایا اور کہا کہ پہلے کی طرح رسول پاک ﷺ کی مسجد میں آپؓ کو اذان دینی چاہیے ۔ سیدّنا بلالؓ نے آپؓ کی بات سنی تو عرض کرنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ کے بغیر مدینہ میں جی نہیں لگتا اور نہ ہی مجھ میں ان خالی و افسردہ مقامات کو دیکھنے کی قوت ہے جن میں حضور ﷺ تشریف فرما ہوتے تھے۔ چنانچہ یہ کہہ کر کہ ''اب مدینہ میں میرا رہنا دشوار ہے۔'' آپؓ شام کے شہر حلب میں چلے گئے۔ تقریباً چھ ماہ بعد خواب میں حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ تو فرمایا!اے بلالؓ! تو نے ہمیں ملنا چھوڑ دیا کیا ہماری ملاقات کو تیرا جی نہیں چاہتا؟ حضرت بلالؓ خواب سے بیدار ہوتے ہی اونٹنی پر سوار ہو کر ''لبیک یا سیدّی یا رسول اللہ'' کہتے ہوئے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ جب مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے مسجد نبویؐ میں پہنچ کر آپ ﷺ کو ڈھونڈنا شروع کیا۔ کبھی مسجد میں تلاش کیا اور کبھی حجروں میں۔ جب حضور ﷺ کو نہ پایا تو آپؐ کی قبر انور پر سر رکھ کر رونا شروع کر دیا اور عرض کی یارسول اللہ! ﷺ آپ نے فرمایا تھا کہ آ کر مل جاؤ۔ غلام حلب سے حاضر ہے یہ کہہ کر بے ہوش ہو گئے اور مزار پرانوار کے پاس گر پڑے۔ کافی دیر بعد ہوش آیا۔ اتنے میں سارے مدینے میں اطلاع ہوگئی کہ مؤذن رسول حضرت بلالؓ آگئے ہیں۔ مدینہ طیبہ کے بوڑھے، جوان، مرد، عورتیں اور بچے اکٹھے ہوگئے اور عرض کی کہ ایک دفعہ وہ اذان سنا دو جو محبوبِ خدا ﷺ کو سناتے تھے۔ آپؓ نے فرمایا''میں معذرت خواہ ہوں کیونکہ میں جب اذان پڑھتا تھا تو اشھد ان محمداً رسول اللّٰہ کہتے وقت آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوتا تھا۔ آپ ﷺ کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا تھا۔ اب کسے دیکھوں گا؟'' بعض صحابہ کرامؓ نے مشورہ دیا کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہم سے عرض کیا جائے۔ جب وہ بلالؓ کو اذان کے لیے کہیں گے تو وہ انکار نہ کرسکیں گے۔ ایک صاحب جا کر شہزادوں کو بلا لائے۔ حضرت امام حسینؓ نے حضرت بلالؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: حضرت بلالؓ! ہم آپ سے وہی اذان سننے کے خواہش مند ہیں جو آپ (ہمارے نانا جان) رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں سناتے تھے۔ حضرت بلالؓ کو انکار کا یارانہ رہا لہٰذا اسی مقام پر کھڑے ہو کر اذان شروع کی جہاں حضور ﷺ کی ظاہری حیات میں کہتے تھے۔ بعد کی کیفیات روایت میں اس طرح آتی ہیں۔ جب آپؓ نے بلند آواز سے اذان کے ابتدائی الفاظ اللہ اکبر، اللہ اکبر، ادا کرنا شروع کیے تو اہل مدینہ سسکیاں لے لے کر رونے لگے۔ آپؓ جیسے جیسے آگے بڑھتے گئے جذبات میں اضافہ ہوتا چلا گیا جب اشھد ان محمداً رسول اللّٰہ کے کلمات پر پہنچے تو تمام لوگ حتیٰ کہ پردہ نشین خواتین بھی گھروں سے باہر نکل آئیں۔ سبھی یوں تصور کرنے لگے جیسے رسولِ خدا ﷺ دوبارہ تشریف لے آئے ہیں (رقت و گریہ زاری کا عجیب منظر تھا) آپ ﷺ کے وصال کے بعد اہل مدینہ پر اس دن سے بڑھ کر رقت کبھی طاری نہیں ہوئی۔ (ابن عساکر)

حلال کے پیمانے بدل گئے۔ اخلاقی قدریں بدل گئیں، دستور اور قانون بدل گیا، جنگ و صلح کے اسباب بدل گئے، معیشت اور معاشرے کے اطوار تبدیل ہو گئے اور تمدن کے ایک ایک ادارے اور ایک ایک شعبے کی کایا پلٹ گئی۔ اس پوری کی پوری تبدیلی میں جس کا دائرہ ہمہ گیر تھا ایک سرے سے دوسرے سرے تک خیر و فلاح کے علاوہ کچھ نہیں ملتا۔ کسی گوشے میں شر نہیں، کسی کونے میں فساد نہیں، کسی جانب بگاڑ نہیں، ہر طرف بناؤ ہی بناؤ، تعمیر ہی تعمیر اور ارتقاء ہی ارتقاء ہے۔ درحقیقت حضور محسنِ انسانت ﷺ کے ہاتھوں انسانی زندگی کو نشاطِ ثانیہ حاصل ہوئی۔
اللہ کے آخری رسول ﷺ نے دنیا کے تمام انسانوں کو پیغام دیا کہ بے بنیاد توقعات، جھوٹی آرزوئیں اور بے جا تمنائیں انسان کو سب سے زیادہ نقصان پہنچاتی ہیں کیونکہ ان سے انسان اپنی ذمہ داریوں کو بھول جاتا ہے اور اپنے فرائض سے صرفِ نظر کر دیتا ہے اور نیک اعمال جو درحقیقت نجات کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں انسان ان سے غافل ہو جاتا ہے۔ ایک طرف بے جا تمنائیں اور دوسری طرف بے عملی۔ اس کا نتیجہ سوائے حسرت و یاس اور نامرادی کے اور کچھ نہیں ملتا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے بشر کی نجات ابدی کے لیے شرک و نادانی کے ظلمت کدہ سے نکلنے اور تقلید کورانہ قید سے رہا ہونے کا پیغام دیا ہے اور دِل کی زمین میں توحید کے پودے کو پروان چڑھانے کا حکم دیا ہے۔ اسلام نے کھلے لفظوں میں سیاہ سفید، فقیر وغنی کے فرق کو جو دنیا والوں نے قائم کیا ہے مٹا کر بزرگی کو انسان کا معیارِ تقویٰ قرار دیا ہے اور انسان کو احکامِ الٰہی پر عمل کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔
حضورِ اکرم ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ تمام مسلمان ایک دوسرے سے اس طرح منسلک رہیں جس طرح دیوار کی اینٹیں ایک دوسرے کو سہارا دیتی ہیں اور یہ سب مل کر خود کو ایک مضبوط اور مستحکم دیوار کی حیثیت سے قائم رکھتی ہیں۔ مسلمان ہی آپس میں ایک دوسرے کا سہارا بن کر رہیں گے تو ایک ناقابلِ تسخیر اُمہ کی حیثیت سے اس دنیا میں عزت و اقتدار کے ساتھ رہیں گے۔ حضرت محمد ﷺ کی سیرت و کردار کے حوالہ سے ہر زبان میں جتنا کچھ لکھا گیا ان سب کو یکجا کیا جائے تو بھی سیرت نگاری کے بہت سے گوشے اور آپ ﷺ کے محاسن حصارِ اظہار میں نہیں آئیں گے۔ آپ ﷺ نے عالمِ انسانیت کو معراجِ کمال پر پہنچا کر یہ ثابت کیا کہ امن و سلامتی، تسخیرِ کائنات، فلاح آدمیت اور شرف خاکساری عام انسانوں کے درمیان عوام الناس کے معیار پر زندہ رہنا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بشریت کی نسبت سے ہم آپ ﷺ کا کلمہ پڑھ کر شرفِ تمسک حاصل کرتے ہیں۔

کمال خوبیِ تقدیر ہے بشر ہونا
زمین پہ رہ کے زمانے میں معتبر ہونا
فلک پہ جا کے پلٹنا ہمیں بتاتا ہے
فرازِ عرش سے بہتر ہے خاک پر ہونا

یاد رہے کہ حضرت محمد ﷺ کے کمال اور عظیم صفات کے مظاہر اپنے اپنے زمانہ کے مفسرین کرام اپنے اپنے علم کے مطابق ضابطہ تحریر میں لائے ہیں ورنہ آپ کے مجد و شرف اور شمائل و فضائل کی بلندی کا یہ عالم تھا کہ ان کی حقیقت اور تہہ تک نہ رسائی ممکن ہے اور نہ اس کی گہرائی ناپی جاسکتی ہے۔ بھلا عالمِ وجود کے اس سب سے عظیم بشر کی عظمت کی انتہا تک کس کو رسائی ہوسکتی ہے جس نے مجد و کمال کی سب سے بلند چوٹی پر اپنا نشیمن بنایا اور اپنے ربّ کے نور سے اس طرح منور ہوا کہ کتابِ الٰہی کو اس کا وصف اور خلق قرار دیا گیا یعنی:

قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

مذہبی دانش ور، اور اہلِ قلم اور اہل الرائے سب اس بات سے اتفاق کریں گے کہ اس عہد بے تعبیر میں عالمِ اسلام سخت آزمائش سے دوچار ہے۔ عالمِ اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں میں یکجہتی وقت کا سب سے اہم تقاضا ہے۔
اسلام دشمن قوتیں افتراق واختلاف کو ہوا دینے اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی سرتوڑ کوشش کر رہی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم فروعی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر اس مشن کو آگے بڑھائیں جس کا مقصد عالمِ اسلام کی سربلندی ہو اور مسلمانوں کے تمام مکاتیبِ فکر میں مکمل یگانگت اور محبت پیدا ہو تاکہ ہم سب سیسہ پلائی دیوار بن جائیں اور آپ تمام اس بات سے بھی اتفاق کریں گے کہ ان سب چیزوں کا حصول کیسے ممکن ہے؟ اگر اسلام کی حقیقی معنویت سمجھ لی جائے تو کسی قسم کا تفرقہ پیدا ہونا ممکن نہیں اور حقیقی معنویت کو سمجھنے کے لیے حضور نبی کریم ﷺ کے اسوہ مبارکہ پر عمل پیرا ہونا شرطِ اوّل ہے تب ہی ہمیں دنیا میں کھویا ہوا مقام دوبارہ واپس مل سکتا ہے۔
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں حضور نبی اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

عیدِ میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

وہ دِن آیا کہ پورے ہوگئے تورات کے وعدے
خدا نے آج ایفا کر دیئے ہر بات کے وعدے
ربیع الاوّل اُمیدوں کی دنیا ساتھ لے آیا
دُعاؤں کی قبولیت کو ہاتھوں ہاتھ لے آیا
جہاں میں جشنِ صبحِ عید کا سامان ہوتا تھا
اُدھر شیطان اپنی ناکامی پہ روتا تھا
سرِ فاراں پہ لہرانے لگا جب نُور کا جھنڈا
ہُوا اک آہ بھر کر فارس کا آتش کدہ ٹھنڈا
ندا آئی، دریچے کھول دو ایوانِ قدرت کے
نظارے خود کرے گی آج قدرت شانِ قدرت کے
صدا ہاتف نے دی اے ساکنانِ خطۂ ہستی
ہوئی جاتی ہے پھر آباد یہ اجڑی ہوئی بستی
ضعیفوں، بیکسوں، آفت نصیبوں کو مبارک ہو
یتیموں کو، غلاموں کو، غریبوں کو مبارک ہو
مبارک ہو کہ ختم المرسلینؐ تشریف لے آئے
جناب رحمتہ اللعالمینؐ تشریف لے آئے
بصد اندازِ یکتائی بغایت شانِ زیبائی
امیں بن کر امانت آمنہؓ کی گود میں آئی
سلام اے آمنہؓ کے لالؐ، اے محبوبِ سبحانیؐ
سلام اے فخرِ موجوداتؐ، فخرِ نوعِ انسانی
سلام اے ظلِّ رحمانیؐ، سلام اے نورِ یزدانیؐ
ترا نقشِ قدم ہے زندگی کی لوحِ پیشانی
سلام اے سِرِّ وحدت، اے سراجِ بزمِ ایمانیؐ
زہے یہ عزت افزائی، زہے تشریف ارزانی

حفیظ جالندھری



طبیبِ اعظم
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پسندیدہ غذائیں

حکیم محمد ابراہیم شیخ حیدر آباد

حضور نبی کریم ﷺ کی ذات پاک تمام کائنات کے لیے باعثِ ''رشد و ہدایت'' ہے۔ خالقِ کائنات نے آپ ﷺ کو ''سارے عالم کے لیے رحمت'' بنا کر مبعوث فرمایا۔ یہ رحمت جس کا فیض سارے عالم پر ہوا۔ روحانی بھی اور مادی بھی۔ حضور نبی کریم ﷺ جہاں دنیا کے لیے معلم اور ہادی ہیں وہیں آپ ﷺ طبیبِ اعظم بھی ہیں۔ سیرتِ نبوی ﷺ سے انسان رہتی دنیا تک شفا و رحمت حاصل کرتے رہیں گے۔ آپ ﷺ نے کھانے پینے سے لے کر زندگی گزارنے تک کے طریقے بیان فرمائے ان کو انسانی زندگی کیلئے ایک بہترین نعمت قرار دیا جاتا ہے۔ قدرتی جڑی بوٹیاں، پھول، پتے، سبزیاں، حلال کھائے جانے والے جانوروں کے جسم کی تمام چیزوں گوشت، چربی، ہڈی، دودھ، گھی، مکھن، سب کے فوائد و خواص اور استعمال کے مفید و آسان طریقے بتائے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے زندگی گزارنے کے رہنما اصول کا ایسا نظام دیا۔ جس پر عمل کر کے انسان معاشرے میں صحت بخش اور مسرور و مطمئن نظر آئے، ہماری زندگی کی حفاظت و سلامتی کے جو اعلیٰ اُصول طب نبوی ﷺ کے حوالے سے ملے ہیں ان سے رہنمائی حاصل کرنے والا ہمیشہ کامیاب اور رہتی دنیا تک ان سے فوائد حاصل کرتا رہے گا۔

حضور نبی کریم ﷺ کی پسندیدہ غذاؤں میں سب سے زیادہ اہمیت شہد کو حاصل ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''شہد ہر جسمانی مرض کیلئے شفا ہے اور قرآن ہر روحانی مرض کیلئے دوا ہے۔'' جو جسمانی مضر اثرات کو ختم کر کے صحت یاب کرتا ہے اور قرآن شریف روح کو جلا بخشنے والی مقدس کتاب ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''جو شخص ہر ماہ تین دن صبح کے وقت شہد استعمال کریگا اُسے کوئی بڑی تکلیف نہیں ہوگی۔'' جدید تحقیق کے مطابق شہد کو بہت سی بیماریوں کی کامیاب دوا کے طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے۔ جبکہ شہد کو قدیم دور میں بطور غذا اور دوا کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ یہ دِل کیلئے فرحت بخش ہے۔ پھیپھڑوں، کھانسی، دمہ، سینے کی الرجی، فالج، لقوہ، قبض، اوجاع کے علاوہ خون صاف کرنے میں بھی مؤثر ہے یہ دماغ کو تقویت دیتا ہے جبکہ بچوں کی جسمانی نشوونما میں مفید ہے یہ ہڈیوں کے بڑھنے اور دانتوں میں کیلشیم کی کمی پورا کرتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی پسندیدہ غذاؤں میں سرفہرست غذا جو نہایت زود ہضم لطیف اور مقوی بدن ہے اس کا نام ثرید ہے۔ بنیادی طور پر روٹی کے ٹکڑوں کو چھوٹے گوشت کے شوربے میں بھگو دینے کو ہی ثرید کہتے ہیں۔ جسے عام طور پر حلیم کہہ سکتے ہیں۔ اگرچہ فی زمانہ حلیم مختلف قسم کے اناج دالیں مصالحہ وغیرہ کے اضافہ کے ساتھ تیار کیا جاتا ہے لیکن آپ ﷺ نے ان تمام مصالحوں سے بے نیاز ہو کر جو ثرید استعمال فرمائی ہے وہ ہر قسم کے مضرات سے پاک ہے اس سے روح کو ایک نئی زندگی مہیا کرنے میں معاون ہوتی ہے۔ اسکی ایک اور قسم جسے میٹھے ثرید کہیں گے وہ جو کے ستو، دودھ، کھجور، گھی وغیرہ کی آمیزش سے تیار کی جاتی ہے دونوں قسم کا ثرید استعمال کیا جاتا ہے۔ جبکہ مندرجہ بالا اجزاء کے علاوہ آج کے موجودہ دور میں اس میں چند میوہ کے اضافہ سے بہترین غذا یا پھر مقوی حلوہ بن سکتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کو روٹی، دلیہ، ستو اور جو بے حد پسند رہا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے دعوت میں جو کی روٹی، کدو، گوشت بڑی محبت کے ساتھ تناول فرمایا۔

❁ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ جب اہل خانہ میں سے کوئی بیمار ہوتا تھا تو آپ ﷺ کے حکم کے مطابق جو کا دلیہ تیار کیا جاتا۔

آپ ﷺ نے اپنے ولیمہ کی دعوت میں ستو، کھجور اور مکھن سے حلوہ بنا کر مہمانوں کی تواضع کی۔ جبکہ روزہ میں اکثر افطار کے وقت ستو کا شربت نوش فرمایا۔ اطباء قدیم و جدید کے مطابق بوعلی سینا نے کہا کہ جو کھانے سے خون پیدا ہوتا ہے وہ معتدل، صالح ہوتا ہے، یہ بخار کی گرمی، پیشاب کی جلن، سوزاک، مقعد کے ناسور کی جلن، گلے، آنتوں کی سوزش (السر) میں مفید ہونے کے علاوہ بھوک میں اضافہ کرتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی پسندیدہ غذاؤں میں کھجور بھی شامل ہے۔ آپ ﷺ نے کھجور روٹی کے ساتھ استعمال فرمائی ہے، کھجور درحقیقت میں پھلوں میں غذا کا انمول خزانہ ہے۔ جدید تحقیق نے کھجور کو معدے کے زخم (السر) میں انتہائی مفید پھل قرار دیا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے دودھ کو دیگر غذا پر اہمیت دی ہے۔ دودھ اللہ تعالیٰ کی ایسی نعمت ہے کہ جو اپنے ذائقے، افادیت، رنگ اور خصوصیات کی وجہ سے منفرد، لاثانی اور طلسماتی انداز کا حامل ہے، اسے کھانے کا نعم البدل قرار دیتے ہیں، آپ ﷺ نے بکری کا دودھ کثرت سے استعمال کیا اور بعض اوقات گائے کا دودھ بھی استعمال کیا آپ ﷺ نے فرمایا ''تم گائے کا دودھ استعمال کرو کیونکہ اس میں شفا ہے اور اسکے گھی میں دوا کی تاثیر ہے، جبکہ اسکے گوشت میں بیماری ہے۔'' اطباء نے بھی دودھ کی اہمیت کو سراہا ہے۔ جہاں یہ ایک مکمل غذا ہے وہاں ایک عمدہ دوا بھی ہے جو کئی امراض میں استعمال کیا جاتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی ایک پسندیدہ غذا بکری کا گوشت ہے اس میں اجزاء ملحمہ، چکنائی، نمک اور پانی ہوتا ہے، اجزاء ملحمہ کی مقدار زیادہ ہونے کی وجہ سے گوشت قوت بخش

ہوتا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کھانوں کا سردار گوشت ہے۔''

۞ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ'' تمام بدن کے گوشت میں سب سے زیادہ پاکیزہ گوشت پشت (پٹھ) کا ہوتا ہے۔'' اطباء اس پر متفق ہیں کہ صحت مند بنانے میں پٹھ کا گوشت بے حد مددگار ثابت ہوتا ہے۔ رنگ کے لحاظ سے گوشت کی دو قسمیں ہیں سرخ اور سفید۔ اس میں سفید گوشت فوری ہضم ہوجاتا ہے آپ ﷺ کو سفید گوشت اور پرندوں کا گوشت بھی بے حد پسند رہا ہے۔ جدید تحقیق کے مطابق سفید گوشت سرطان سے محفوظ رکھتا ہے۔ جو نہایت لذیذ، قوت بخش اور زود ہضم ہے کیونکہ اس میں فاسفورس، نمکیات زیادہ ہوتے ہیں۔ سرخ گوشت یعنی گائے کا گوشت سرطان کا سبب بن سکتا ہے۔ جبکہ طبیب اعظم سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ'' گائے کا دودھ اور گھی استعمال کرو کیونکہ اس میں غذا و شفا ہے جبکہ گوشت میں بیماری ہے۔''

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم امت کے گواہ

علماءِ حق کا عقیدہ ہے کہ حقیقتِ محمدیہ ﷺ کے اعتبار سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام روحِ کائنات اور اصلِ عالم ہیں اور با اعتبارِ اصلِ موجودات اور با اعتبارِ نورانیت و نورِ نبوت و روحانیت عالم کے ذرّہ ذرّہ میں موجود اور حاضر ہیں اور کائنات کے ایک ایک ذرّہ کے شاہد (مشاہدہ کرنے والے یعنی دیکھنے والے) ہیں اور کائنات کے ذرہ ذرہ میں حقیقتِ محمدیہ ﷺ جاری و ساری ہے اس لئے آپ ﷺ کے جسمِ مثالی ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں ہو سکتے ہیں اور ان اجسامِ مثالی سے آپ ﷺ آنِ واحد میں متعدد مقامات پر جلوہ افروز ہو سکتے ہیں البتہ جسم بشری یا عنصری ایک ہی ہے جو ہر جگہ حاضر ناظر نہیں ہاں اس جسمِ پاک سے جہاں چاہیں آ جا سکتے ہیں۔

قرآن پاک میں آپ ﷺ کی اس شان کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:۔ ترجمہ: اور یہ رسول (ﷺ) تم پر گواہ ہیں۔(پ۲۔بقرہ آیت ۱۴۳) ترجمہ: اور اے محبوب (ﷺ) ہم آپ کو ان سب لوگوں پر شہید (گواہ) بنا کر لائیں گے۔(پ۵۔النساء آیت ۴۱) ترجمہ: اے نبی بے شک ہم نے آپ کو شاہد (گواہ) بنا کر بھیجا ہے۔(پ۲۲۔الاحزاب آیت ۴۵)

☆ اور گواہی دیکھ کر دی جاتی ہے۔

۞ حضرت شیخ اسماعیل حقی رحمتہ اللہ علیہ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب لوگوں پر گواہ ہیں کہ آپ ﷺ نورِ نبوت سے ہر مومن و دین دار کے اس رتبہ و مرتبہ کو جانتے ہیں۔ جس مرتبہ و رتبہ کو وہ پہنچا ہوا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کو بھی جانتے ہیں۔ اس کے اُس حجاب سے بھی واقف ہیں جس کی وجہ سے وہ رُکا ہوا ہے۔ اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہارے گناہوں کو اور تمہارے درجاتِ ایمان کو اور تمہارے نیک و بد اعمال اور تمہارے اخلاص و نفاق کو (یہ سب قلبی کیفیات ہیں جو دل کے اندر پوشیدہ ہوتی ہیں) جانتے اور پہچانتے ہیں۔ اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت دنیا و آخرت میں بحکمِ شرع اُمت کے حق میں مقبول اور واجب العمل ہے۔ جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:۔ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ۔ (پ۱۱۔التوبہ۔۹۶) ترجمہ: اور اللہ اور اس کا رسول تمہارے اعمال کو دیکھ رہے ہیں۔

کیا حضورِ اکرم ﷺ صرف صحابہ کرامؓ کے اعمال کو دیکھ رہے تھے؟ نہیں وہ تمام امت کے اعمال دیکھ رہے ہیں اور ہر امتی کے عمل کے گواہ ہیں۔ محشر میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُمت کی نسبت گواہی دیں گے کہ خدا کے پیغام کو کس نے کس قدر قبول کیا۔ (تفسیر عثمانی)

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ (پ۲۱۔الاحزاب آیت ۶) ترجمہ: نبی (ﷺ) مومنوں کی جان سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں۔ اس آیت میں مومن کا ذکر ہوا ہے مسلمان کا نہیں۔ مسلمان اقرار باللسان کرتا ہے اور مومن تصدیق بالقلب کرتا ہے۔ اور کوئی بھی مومن حضورِ اکرم ﷺ کے قرب سے محروم نہیں ہوتا یا جیسا کہ علامہ اقبال رحمتہ علیہ فرماتے ہیں:۔

عالم ہے فقط مومن جانباز کی میراث　　مومن نہیں جو صاحبِ لولاک نہیں ہے

ترجمہ: تمام کائنات مومن جانباز کی ملکیت ہے لیکن وہ شخص ہرگز مومن نہیں ہو سکتا جسے حضورِ اکرم ﷺ کا قرب حاصل نہیں ہے۔

جہاں تمام ہے میراث مردِ مومن کی　　مرے کلام پہ حجت ہے نکتۂ لولاک

ترجمہ: تمام دنیا مومن کی میراث ہے اور میرے اس خیال کی وجہ یہ ہے کہ مومن کو قرب نبی اکرم ﷺ حاصل ہوتا ہے۔ اس حقیقت کی طرف یہ حدیثِ مبارکہ اشارہ کرتی ہیں:۔

۞ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:۔ کوئی مومن ایسا نہیں جس سے دنیا و آخرت میں تمام لوگوں کی بہ نسبت میں اس کے زیادہ قریب نہ ہوں۔ (یعنی تمام لوگوں کی بہ نسبت میں مومنوں کے زیادہ قریب ہوں)۔ (بخاری جلد 1 و جلد 2۔ تفسیر درمنشور جلد 5)

۞ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔ اے بریدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تمام مومنوں سے ان کی جانوں سے بہ نسبت زیادہ قریب نہیں ہوں؟۔ میں نے عرض کی ہاں یارسول اللہ (ﷺ) آپ واقعی تمام مومنوں سے ان کی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ (تفسیر درمنشور جلد ۵)

۞ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کہ آپ نے فرمایا! لوگ میرے بہت قریب ہیں جو متقی ہیں۔ وہ جو بھی ہوں اور جہاں بھی ہوں۔ (مشکوٰۃ شریف۔ مسند احمد)

۞ علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی (پارہ 22) میں بیان فرماتے ہیں:۔ احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ روح بمع جسم کے ساتھ زندہ ہیں بلا شبہ آپ ﷺ زمین کے کونوں میں عالمِ غیب میں، فرشتوں کے عالم میں، عالمِ ارواح میں، جہاں چاہیں سیر فرماتے اور تصرف فرماتے ہیں آپ ﷺ اسی ہیئت پہ ہیں جس ہیئت و شکل میں قبل از پردہ پوشی تھے وہ ہیئت و شکل اور صورت ویسی کی ویسی ہے البتہ اس میں سے کچھ نہیں بدلا۔ البتہ بے شک آپ لوگوں کی آنکھوں سے چھپائے گئے ہیں جیسا کہ فرشتے چھپائے گئے ہیں حالانکہ وہ بھی بمع اجساد زندہ ہیں جس کو اللہ تعالیٰ دیدارِ مصطفیٰ ﷺ نعمت سے نوازنا چاہتا ہے اس سے حجابات (پردے) اُٹھا دیتا ہے اور وہ خوش نصیب حضور ﷺ کو آپ کی اصلی و حقیقی ہیئت و شکل و صورت میں دیکھتا ہے۔ جسدِ عنصری کے دیکھنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہوتی اور یہ رویت جسم مثالی کی تخصیص کی طرف داعی نہیں۔

''حضورِ اکرم ﷺ سب لوگوں پر گواہ ہیں اور ہر ایک کے اعمال کو دیکھ رہے ہیں کیونکہ گواہی ہمیشہ دیکھ کر ہی دی جاتی ہے بن دیکھے کہیں بھی گواہی قبول نہیں ہوتی۔ اس لیے قیامت کے دن آپ ﷺ نہ صرف اپنی امت کے فرد کے اعمال کی بلکہ پچھلی امتوں کے ہر فرد کی بھی گواہی دیں گے۔''

LRL #. 370

ماہنامہ سلطان الفقر

